عن جابر رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ ﷺ اٰکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء (مسلم ۲/۲۷)

کرنسی
اور
ہُنڈی وحوالہ
کے کاروبار کی شرعی حیثیت

مُرتّب

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب

تلمیذ رشید

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

خلیفہ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

ناشر
شعبہ تعمیر معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین
مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب کی چند کتابیں

www.jamiakhulafarasideen.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	**مقدمہ**........................	۵
۲	حلال وحرام کی حقیقت....................	۵
۳	حلال کھانے اور حرام سے بچنے میں حکمت اور اس کی اہمیت	۵
۴	**﴿مختلف ممالک کی کرنسیوں کی حیثیت﴾**........	۸
۵	جنسِ واحد ہونے کی دلیل....................	۸
۶	مختلف الجنس ہونے کے دلائل اور ان کے جوابات........	۹
۷	**﴿کرنسی نوٹ کی فقہی حیثیت﴾**............	۱۴
۸	قولِ راجح پر چند اشکالات مع جوابات....................	۱۸
۹	**﴿مختلف ممالک کی کرنسی جنسِ واحد ہے یا اجناسِ مختلفہ؟﴾**	۲۱
۱۰	قائلینِ اتحادِ جنس کے دلائل....................	۲۱
۱۱	اسبابِ ثلاثہ....................	۲۱
۱۲	کرنسی میں امورِ ثلاثہ نہ پائے جانے کی وجہ............	۲۳
۱۳	قائلینِ اختلافِ جنس کے دلائل اور ان کے جوابات......	۲۳
۱۴	''فقہ البیوع علی المذاہب الاربعۃ'' اور اختلافِ جنس......	۳۶
۱۵	بعض ضروری تنبیہات....................	۴۱
۱۶	کرنسی سے متعلق دو اشکالات....................	۴۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۷	**﴿کرنسی سے متعلق چند اہم اور ضروری مسائل﴾**......	۴۹
۱۸	**(۱)** ملکی کرنسی کے مبادلے کی مختلف صورتیں اور مسائل....	۴۹
۱۹	**(۲)** مختلف ممالک کی کرنسیوں کے مبادلے کی مختلف صورتیں	۵۳
۲۰	**(۳)** ملکی کرنسی اور حوالہ وہنڈی کا کاروبار..............	۵۷
۲۱	**(۴)** ملکی کرنسی اور ایزی پیسہ کا کاروبار..............	۶۰
۲۲	**(۵)** ملکی کرنسی کا بینک اور ڈاکخانہ کے ذریعے ترسیل.....	۶۳
۲۳	**(۶)** مختلف ممالک کی کرنسیاں اور حوالہ وہنڈی کا کاروبار	۶۵
۲۴	**(۷)** غیر ملکی کرنسی کا بینک کے ذریعے ترسیل............	۶۸
۲۵	**﴿حوالہ کے مسائل﴾**................	۶۹
	(۲۱ سوالات مع جوابات)	

بسم الله الرحمن الرحیم

''مقدمہ''

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم : اما بعد !

اسلام میں حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی اہمیت ایک مسلّم حقیقت ہے جو کہ باری تعالیٰ کے ارشاد ''**ویحل لهم الطیبٰت ویحرم علیهم الخبٰئث** '' سے واضح ہے کہ ''اللہ تعالیٰ حلال کرتا ہے ان کے لیے طیبات کو اور حرام کرتا ہے ان پر خبائث کو'' ۔ اس آیت میں ''طیبات'' کے بالمقابل ''خبائث'' لاکر حلال، حرام دونوں کی حقیقت بھی واضح کردی گئی اور حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی اہمیت بھی بتادی گئی۔

حلال وحرام کی حقیقت:

آیت میں حلال کو ''طیبات'' اور حرام کو ''خبائث'' سے ذکر کیا گیا ہے ۔ ''طیبات'' صاف، ستھری اور مرغوب چیزوں کو کہا جاتا ہے اور ''خبائث'' اس کے بالمقابل گندی اور قابلِ نفرت چیزوں کو کہا جاتا ہے۔

پس آیت کے اس جملہ سے ثابت ہوئی کہ جتنی چیزیں صاف، ستھری، مفید اور پاکیزہ ہیں وہ انسان کے لیے حلال ہیں اور جو گندی، قابلِ نفرت اور مُضر ہیں وہ حرام ہیں۔

حلال کھانے اور حرام سے بچنے میں حکمت اور اس کی اهمیت:

حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

''وجہ یہ ہے کہ انسان دوسرے جانوروں کی طرح نہیں ہے کہ اس کا مقصدِ زندگی دنیا میں کھانے، پینے، سونے، جاگنے اور جینے مرنے تک محدود ہو۔ اس کو قدرت

نے مخدومِ کائنات کسی خاص مقصد سے بنایا ہے اور وہ مقصد اعلیٰ پاکیزہ اخلاق کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، اسی لیے بداخلاق انسان درحقیقت انسان کہلانے کے قابل نہیں۔ اسی لیے قرآن کریم نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا **بَلْ هُمْ اَضَلُّ** یعنی وہ چوپاؤں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اور جب انسان کی انسانیت کا مدار اصلاحِ اخلاق پر ہوتو ضروری ہے کہ جتنی چیزیں انسانی اخلاق کو گندہ اور خراب کرنے والی ہیں ان سے اس کا مکمل پرہیز کرایا جائے۔ انسان کے اخلاق پر اس کے گردوپیش کی چیزوں اور اس کی سوسائٹی کا اثر پڑنا بدیہی طور پر ہر شخص جانتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب گردوپیش کی چیزوں سے انسانی اخلاق متاثر ہوتے ہیں تو جو چیزیں انسان کے بدن کا جزو بنتی ہیں ان سے اخلاق کس قدر متاثر ہوں گے اس لیے کھانے پینے کی ساری چیزوں میں اس کی احتیاط لازمی ہوئی۔ چوری، ڈاکہ، رشوت، سود، قمار وغیرہ حرام آمدنی جس کے بدن کا جزو بنے گی وہ لازمی طور پر اس کو انسانیت سے دور اور شیطنت سے قریب کردے گی۔ اسی لیے قرآن کریم کا ارشاد ہے: **یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً**، عملِ صالح کے ساتھ اکلِ حلال کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اکلِ حلال کے بغیر عملِ صالح متصور نہیں۔ بالخصوص گوشت جو انسان کے بدن کا جزو اہم بنتا ہے اس میں اس کی احتیاط سب سے زیادہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا گوشت اس کی غذا میں داخل نہ ہو جو اس کے اخلاق کو خراب کرے، اسی طرح وہ گوشت جو جسمانی طور پر انسان کے لیے مضر ہے کہ بیماری اور ہلاکت کے جراثیم اس میں ہیں اس سے انسان کے پرہیز کا ضروری ہونا تو سبھی جانتے ہیں۔ جتنی چیزیں شریعت نے خبائث قرار دی ہیں وہ یقینی طور پر انسان کے جسم یا روح یا دونوں کو خراب کرنے والی اور انسانی جان یا اخلاق کو تباہ کرنے والی ہیں، اس لیے ان کو حرام کردیا گیا، اس کے بالمقابل طیبات سے انسان کے جسم وروح کی تربیت اور

اخلاقِ فاضلہ کانشو ونما ہوتا ہے ان کو حلال قرار دیا گیا۔غرض قرآن پاک کے جملہ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ نے حلت وحرمت کا فلسفہ بھی بتلا دیا اور اصول بھی۔

(معارف القرآن ۳/۴۴)

اب یہ بات کہ کونسی چیزیں ''طیبات'' اور حلال ہیں اور کونسی ''خبائث''، مضر اور حرام ہیں، اس کا اصل اور ضابطہ یہ ہے کہ جن چیزوں کا خبث ظاہر ہے ان کا فیصلہ طبائعِ سلیمہ کی رغبت اور نفرت پر ہے اور جن کا خبث مخفی اور پوشیدہ ہے ایسے معاملات میں شریعت کا فیصلہ سب کے لیے حجت ہے۔شریعت نے جن چیزوں کو ''خبائث'' اور حرام بتلایا وہ حقیقۃً گندی، قابلِ نفرت، مضر اور خبائث وحرام ہیں اور جن کو ''طیبات'' بتلایا وہ حقیقۃً صاف، ستھری، مفید اور حلال وطیبات ہیں۔

دورِ حاضر میں آمدن کے وہ ذرائع اور معاملات جو شرعاً جائز ہیں اور مسلمان انہیں جائز سمجھ کر اختیار کرتے ہیں ان میں سے کئی ذرائع ومعاملات خلافِ شرع شرائط لگانے کی وجہ سے ناجائز بن چکے ہیں جن کے نتیجے میں حاصل شدہ آمدنی بھی حرام اور خبیث ہوجاتی ہے......اس لیے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس موضوع پر ایک رسالہ بنام ''حرام ذرائع آمدن اور ان کی مروجہ صورتیں'' مرتب ہوکر شائع ہو چکا ہے جس میں گیارہ ذرائع آمدن اور ان کی مروجہ صورتیں بیان کی گئی ہیں......اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ دوسرا رسالہ بنام ''ہنڈی، حوالہ اور کرنسی کا کاروبار'' مرتب ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ دونوں رسالوں کو قبول فرمائیں۔

چونکہ ہنڈی اور حوالہ کے جواز وعدمِ جواز کا زیادہ تر مدار کرنسی کے مبادلہ پر ہے اس لیے اس رسالے میں کرنسی کی حیثیت اور مختلف ممالک کی کرنسیوں کا مختلف الجنس یا متحد الجنس ہونا بیان کیا گیا ہے۔

تفصیل تو آپ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے کتاب میں پڑھ لیں گے، یہاں مسئلہ کی جمیع اطراف پر محیط خلاصہ پیشِ خدمت ہے تا کہ آگے چل کر بات اچھی طرح سمجھ آسکے۔

﴿مختلف ممالک کی کرنسیوں کی حیثیت﴾

مختلف ممالک کی کرنسیاں جنسِ واحد ہیں یا اجناسِ مختلفہ؟ اس میں دو رائے ہیں:

(۱) جنسِ واحد ہیں۔ (۲) اجناسِ مختلفہ ہیں۔

مضبوط اور قوی دلیل سے پہلی رائے ثابت ہوتی ہے، دوسری رائے پر کوئی مضبوط دلیل اب تک سامنے نہیں آئی، اس لیے اس رسالہ میں جملہ مسائل رائے اول پر مبنی ہیں۔

جنسِ واحد ہونے کی دلیل:

حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختلافِ جنس کے تین اسباب بیان فرمائے ہیں......مختلف ممالک کی کرنسیوں میں ان اسباب میں سے ایک بھی نہیں پایا جاتا......لہٰذا یہ کرنسیاں مختلف الجنس نہ ہوں گی۔

اسبابِ ثلاثہ :

تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختلافِ جنس کے تین اسباب بیان فرمائے ہیں:

(۱) **اختلاف الاصل** ۔جیسے خل العنب (انگور کا سرکہ) وخل التمر (کھجور کا سرکہ)، یہاں دونوں کا نام ایک ہے دونوں کو خل اور سرکہ کہا جاتا ہے پھر بھی مختلف الجنس ہیں کیونکہ دونوں اصل کے اعتبار سے مختلف ہیں، ایک کی اصل عنب اور انگور ہے اور دوسرے کی تمر اور کھجور ہے۔

(۲) **اختلافِ وصف** ۔جیسے دقیق (آٹا) اور خبز (روٹی) کہ دونوں کی اصل

حنطہ ہے جو کہ ایک ہے پھر بھی ان کو وصف کے اختلاف کی وجہ سے مختلف الجنس کہا گیا ہے کہ دقیق (آٹا) وزنی یا کیلی ہے اور خبز (روٹی) عددی ہے، کیلی یا وزنی نہیں۔

(۳) اختلافِ مقصد ۔ جیسے شعر المعز (بکرے کے بال) اور صوف الضأن (دنبے کی اون) کہ شرعاً ان کی اصل ایک ہے لیکن مقصد میں اختلاف کی وجہ سے ان کو مختلف الجنس کہا گیا ہے۔شعر المعز سے خیمے بنائے جاتے ہیں اور صوف الضأن سے گرم کپڑے اور کمبل وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔

کرنسی کے اندر ان تینوں اسباب میں سے ایک بھی نہیں ہے ...... کیوں؟ ......اس لیے کہ اصل کے اعتبار سے تمام کرنسیاں ایک ہیں...... کیوں کہ اصل یا تو کاغذ ہے یا قوتِ خرید اور ان دونوں میں تمام ممالک کی کرنسیاں متحد ہیں۔

وصف کے اعتبار سے بھی ایک ہیں کیوں کہ تمام ممالک کی کرنسیاں عددی ہیں، ایسا نہیں کہ بعض ممالک کی وزنی، بعض کی کیلی اور بعض کی عددی ہوں۔

اسی طرح مقصد میں بھی سب متحد ہیں کیوں کہ مقصد تمام کرنسیوں کا حصولِ اشیاء ہے یعنی کرنسی کے ذریعے اشیاء کو حاصل کرنا اور یہ ہر ملک کی کرنسی کا مقصد ہے۔

مختلف الجنس ہونے کے دلائل اور ان کے جوابات:

مختلف الجنس کہنے والوں کی آپس میں پھر دو رائے ہیں :

(۱) کرنسی کی اصل کاغذ ہے۔

(۲) کرنسی کی اصل قوتِ خرید یا ثمنیت ہے۔دونوں کے دلائل الگ الگ ہیں۔

کاغذ کو کرنسی کی اصل کہنے والوں کے دلائل :

ان کی دو دلیلیں ہیں :

(۱) اختلافِ صنعت : جیسے ہروی اور مروی کپڑا......ان دونوں کی اصل قطن اور روئی ہے لیکن صنعت کے اختلاف کی وجہ سے یہ مختلف الجنس قرار دیے گئے۔

(۲) اختلافِ اسم : اختلافِ اسم بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مختلف الجنس ہیں جیسے گندم، چنا، جوار، باجرہ یہ مختلف نام دلیل ہیں کہ یہ سب مختلف اجناس ہیں۔

دلیلِ اول کا جواب :

صنعت کو اختلافِ جنس کا سبب مطلقاً کہنا درست نہیں بلکہ اس کے سبب بننے کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کی وجہ سے وصف یا مقصد مختلف ہو جائے۔

وصف کی مثال جیسے دقیق (آٹے) میں خباز (روٹی پکانے والے) کی صنعت سے خبز (روٹی) عددی بن گئی۔

مقصد کی مثال جیسے ہروی اور مروی کپڑا کہ ایک کو سردی سے بچاؤ کے لیے اوڑھا جاتا ہے اور دوسرے کو شلوار قمیض کے طور پر پہنا جاتا ہے۔

صنعت جہاں اس شرط کے بغیر ہوتی ہے وہاں مؤثر نہیں ہوتی اور صنعت کے اختلاف کے باوجود ان اشیاء کو مختلف الجنس نہیں کہا جاتا جیسے حنطہ (گندم)اور دقیق (آٹا)صنعت کے باوجود جنسِ واحد ہیں۔

کرنسی میں صنعت کا اختلاف ایسا ہی ہے کہ اس کی وجہ سے نہ مقصد بدلتا ہے اور نہ وصف کیوں کہ سب کرنسیاں عددی ہیں اور حصولِ اشیاء کا ذریعہ ہیں۔

صنعت کی جو تفصیل اوپر بیان ہوئی اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ بعض مرتبہ صنعت کے اختلاف سے متحد الجنس چیزیں مختلف الجنس ہو جاتی ہیں اور بعض مرتبہ صنعت کی وجہ سے مختلف الجنس چیزیں متحد الجنس ہو جاتی ہیں۔

پہلی کی مثال ہروی ،مروی کپڑا اور دقیق اور خبز ہے کہ صنعت کی وجہ سے یہ چیزیں مختلف ہوگئیں۔

دوسری کی مثال دراہمِ مغشوشہ ہیں کہ بعض میں غش لوہا ،بعض میں پیتل اور بعض میں تانبا وغیرہ ہوتا ہے لیکن اختلافِ اصل کے باوجود صنعت کی وجہ سے یہ متحد الجنس ہوگئیں۔

اگر صنعت مطلقاً اختلافِ جنس کا سبب ہوتی تو بعض صورتوں میں اتحاد کا سبب کیوں بنتی ؟

معلوم ہوا کہ اختلافِ صنعت مطلقاً بدوں شرط (یعنی اختلافِ وصف ومقصد) اختلافِ جنس کا سبب نہیں۔

دلیلِ ثانی کا جواب یہ ہے کہ صرف نام کا اختلاف کافی نہیں، جہاں نام کے اختلاف کا ذکر عبارات میں ہے ساتھ میں اس بات کی تصریح ہے کہ مقصد میں بھی اختلاف ہو لہٰذا جہاں صرف نام کا اختلاف ہو مقصد کا نہ ہو وہ مختلف جنس نہ ہوگا، جیسے گندم کو مختلف علاقوں میں مختلف نام دیے جاتے ہیں لیکن مقصد ایک ہی ہے اس لیے مختلف جنس نہیں۔

کرنسیوں میں بھی نام مختلف ہیں مگر مقصد ایک ہے یعنی ’’حصولِ اشیاء‘‘ اس لیے یہ بھی مختلف الجنس نہ ہوں گی۔

رائے ثانی کی دلیل اور اس کا جواب :

جو حضرات کرنسی کی اصل قوتِ خرید کو قرار دیتے ہیں اب ان کی دلیل اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

دلیل : مختلف ملکوں کی کرنسیوں میں قوتِ خرید میں تفاوت ہوتا ہے، یہی

تفاوت اختلافِ جنس کی دلیل ہے۔

جواب ۱ : یہ تو دعویٰ ہے، کیوں کہ ’’قوتِ خرید‘‘ کے اختلاف کو کسی ایک متفق علیہ فقیہ علیہ الرحمۃ نے بھی اختلافِ جنس کا سبب نہیں لکھا ہے لہٰذا اس دعوی پر دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔ اذ لیس فلیس

جواب ۲ : نفسِ تفاوت تو ایک ملک کی کرنسی میں بھی ہے، دیکھیے !......سو کا ایک نوٹ اور دس روپے کے دس نوٹ برابر ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ سو کے نوٹ میں قوتِ خرید زیادہ ہے اور دس کے نوٹ میں کم ہے اس کے باوجود ایک ملک کی کرنسی کو سب ایک ہی جنس مانتے ہیں۔

دلیل کی وضاحت : مختلف کرنسیوں کے تفاوت اور ایک ملک کی کرنسی کے مختلف نوٹوں کے تفاوت میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ ایک ملک کی کرنسی کے نوٹوں میں تفاوت کی نسبت ہمیشہ ایک ہی رہتی ہے، جیسے سو کے نوٹ کے مقابلے میں دس کے ہمیشہ کے لیے دس نوٹ ہوتے ہیں جبکہ مختلف ممالک کی کرنسیوں میں یہ تفاوت ایک نہیں رہتا بلکہ بدلتا رہتا ہے جیسے ایک وقت ایک ریال کے مقابلے میں پاکستان کے دس روپے تھے پھر بڑھتے بڑھتے آج ستائیس روپے ہوگئے۔

جس تفاوت کو اختلاف جنس کی دلیل اور سبب کہا جاتا ہے یہ وہ تفاوت ہے جس میں تفاوت کی نسبت ایک نہیں رہتی بلکہ بدلتی رہتی ہے اور جہاں ایک رہتی ہے وہ سببِ اختلاف نہیں، اس وجہ سے ایک ملک کی کرنسیوں کے نوٹوں کا اختلاف اور تفاوت سببِ اختلافِ جنس نہیں اور مختلف ممالک کی کرنسیوں کا تفاوت سبب ہے۔

جواب ۱ : تفاوتِ مشروط ومقید کو سبب بنانا بھی ایک دعویٰ ہے، کیوں کہ

کسی ایک کتاب میں بھی قوتِ خرید کی یہ تقسیم اور احکام نہیں اور نہ کسی متفق علیہ فقیہ علیہ الرحمۃ نے آج تک اس کا ذکر کیا ہے کہ اگر وحدتِ نسبت ہے تو ’’قوتِ خرید‘‘ کا تفاوت اختلافِ جنس کا سبب نہ ہوگا اگر وحدتِ نسبت نہیں تو اختلافِ جنس کا سبب ہوگا۔ لہٰذا اس دعوی پر دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔ اذلیس فلیس

جواب ۲ : قوتِ خرید کا ایسا تفاوت اور اختلاف جس میں نسبت ایک نہیں رہتی، کو اختلافِ جنس کے سبب قرار دینے میں فرقۂ اباحیہ کی تائید اور سود کا دروازہ کھولنا ہے کیوں کہ کھجور کی مختلف انواع اور اقسام میں قوتِ خرید کے اعتبار سے تفاوت ہے اور یہ تفاوت ہمیشہ ایک نہیں رہتا بلکہ بدلتا رہتا ہے، اب اگر کوئی اس دلیل کو مان کر کہے کہ آپ ﷺ نے جن کھجوروں میں فضل اور زیادتی کو ربا اور سود فرمایا ہے یہ ان کھجوروں میں ہے جن کے انواع اور اقسام میں یا تو قوتِ خرید کے اعتبار سے تفاوت ہی نہ ہو اور اگر ہو تو وہ تفاوت ہمیشہ کے لیے یکساں ہو، ہمیشہ اس کی نسبت ایک ہی رہے، بدلتی نہ ہو لہٰذا جہاں وحدتِ نسبت نہیں ہے وہاں کھجور کے بدلے میں کھجور تفاضل اور زیادتی کے ساتھ خریدنا وحدتِ جنس نہ ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

اسی طرح گندم، نمک، جَو وغیرہ کی مختلف انواع واقسام میں بھی اس دلیل کو جاری کر دیا جائے گا اور تفاضل کو جائز کہا جائے گا اور کرنسی کے ساتھ اس دلیل کو خاص نہیں سمجھا جائے گا بلکہ منصوص اشیاء میں بھی جاری کیا جائے گا، کیونکہ نص بھی معقول المعنی ہے نہ کہ تعبدی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

احمد ممتاز

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ کراچی

کرنسی نوٹ کی فقہی حیثیت

کرنسی نوٹ کی فقہی تکییف کے سلسلے میں علمائے کرام کی مختلف آراء ہیں۔ بعض کتب میں سات تک اقوال ذکر کیے گئے ہیں، البتہ مشہور ان میں پانچ اقوال ہیں لہٰذا ذیل میں صرف انہیں کا ذکر کیا جاتا ہے:

پہلا قول: نوٹ دَین کی سند ہے۔

’’گزشتہ صدی کے بیشتر علمائے ہند (جن میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں) کا نوٹ سے متعلق یہ موقف رہا ہے کہ نوٹ دَین کی سند ہے، نوٹ نہ مال ہے، نہ سونے اور چاندی کا بدل ہے، اور نہ بذاتِ خود ثمن ہے، بلکہ یہ محض اس دَین کی ایک سند ہے، جو حاملِ نوٹ کے لیے جاری کنندہ کے ذمہ واجب ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

چونکہ وہ مال نہیں محض سندِ مال ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۲/۵)

اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’نوٹ وثیقہ اس روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے، مثلِ تمسک کے، اس واسطے کہ اگر نوٹ میں نقصان آجاوے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں اور اگر گم ہو جائے تو بشرطِ ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں، اگر نوٹ بیع ہوتا تو ہر گز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا، دنیا میں کوئی بیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبضِ مشتری کے اگر نقصان یا فنا ہو جاوے تو بائع سے بدل لے سکے، پس اسی تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ نوٹ مثلِ فلوس کے نہیں ہے‘‘۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۴۲۷، مکتبہ صدائے دیوبند)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

''نوٹ سے زکوۃ اس وقت ادا نہیں ہوگی کیونکہ نوٹ خود مال نہیں بلکہ مال کی رسید ہے، جیسے بینک کا چیک ہوتا ہے جس طرح کسی کو بینک کا چیک دینے سے زکوۃ بالفعل ادا نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اس چیک کا روپے بینک سے وصول نہ کرے، اس طرح نوٹ دینے سے زکوۃ اس وقت تک ادا نہ ہوگی جب تک وہ فقیر اس نوٹ کا نقد روپے یا کوئی چیز نہ خرید لے''۔(امداد المفتین ۲/۸۲، ط: دارالاشاعت)

دوسرا قول: ایک روپے کا نوٹ بحکمِ فلوس اور بڑے نوٹ ایک روپے کے نوٹ اور دھاتی سکوں کی رسید ہے۔

یہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں :

''ملک کی درآمد و برآمد کے حساب سے کل پیداوار کے برابر دھاتی سکے اور ایک روپے کے نوٹ جاری کیے جاتے ہیں، پھر ان دھاتی سکوں اور ایک روپے کے نوٹوں کے مجموعہ کی تعداد کے مطابق بطورِ دستاویز بڑے نوٹ جاری کیے جاتے ہیں''۔(احسن الفتاویٰ ۷/۸۲، ط: ایچ ایم سعید)

تیسرا قول: نوٹ بذاتِ خود مال اور سامان ہے۔

یہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی رائے ہے، چنانچہ ان کا کہنا ہے:

''اس کی (نوٹ کی) اصل تو معلوم ہے کہ وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے اور کاغذ مالِ متقوم ہے اور اس کے سکے ہونے سے اس کی طرف رغبت ہے اور اس کے سکے ہونے نے اس کی طرف رغبتیں بڑھائیں اور یہ کہ وقتِ حاجت کے لیے اٹھا رکھنے اور ذخیرہ رکھنے کے زیادہ لائق ہوگیا اور مال کے یہی معنی ہیں کہ طبع اس کی طرف

مائل اور رغبت رکھتا ہو اور زمانۂ مستقبل کی ضرورتوں کے لیے اس کو ذخیرہ کیا جاسکے''۔(بحوالہ، زر کا تحقیقی مطالعہ، ص:۱۰۳،۱۰۴، ط: ادارۃ المعارف)

چوتھا قول: نوٹ سونے اور چاندی کا قائم مقام ہے۔

یہ حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں :

''پس پیسے (فلوس) اگرچہ عرفاً ثمن ہیں مگر عینِ ثمنِ خلقی نہیں سمجھے گئے ہیں، بخلاف نوٹ کے کہ یہ عینِ ثمنِ خلقی ہے گو ثمنیتِ خلقیہ نہیں بلکہ ثمنیتِ عرفیہ ہے پس تفاضل بیع فلوس میں جائز ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نوٹ میں بھی جائز ہوں کیونکہ پیسے غیر جنسِ ثمن ہیں حقیقتاً بھی اور عرفاً بھی، گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اس میں بھی ثمنیت کی صفت آگئی ہو، پس جبکہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں عینِ ثمن خلقی سمجھا گیا، بابِ تفاضل میں اسی بنا پر حکم دیا جائے گا اور تفاضل اس میں حرام ہوگا''۔(مجموعۃ الفتاویٰ ۲/۱۸۳)

پانچواں قول: نوٹ بذاتِ خود ثمنِ عرفی اور فلوس کے حکم میں ہے۔

اکثر علمائے کرام اسی آخری رائے کے قائل ہیں اور یہی رائے ہمارے نزدیک راجح ہے لہٰذا ذیل میں اس کے راجح ہونے کے دلائل لکھے جاتے ہیں:

(۱) نوٹ قانونی کرنسی بن گیا ہے اور معاملات میں نوٹ قبول کرنے پر لوگوں کو اسی طرح مجبور کیا جاتا ہے جیسا دوسرے اثمان قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

(۲) سندِ دین قانوناً ہر کوئی جاری کرسکتا ہے لیکن نوٹ جاری کرنے کا اختیار قانوناً ہر کسی کو نہیں۔

(۳) نوٹ پر ہر جگہ اور ہر عرف میں ثمن کا اطلاق ہوتا ہے جو اس بات کی واضح

دلیل ہے کہ نوٹ سندِ دین یا عروض نہیں اور نہ ہی سونے اور چاندی کا بدل ہے۔

(۴) لوگ نوٹ کے ذریعے باہم مبادلات کرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ان کی پشت پر سونا یا چاندی ہے یا نہیں بلکہ کسی کا سونے یا چاندی کی جانب ذہن بھی نہیں جاتا۔ اس صورتحال میں نوٹ کو سونے یا چاندی کا بدل یا سند کس طرح کہا جاسکتا ہے؟

(۵) ۱۹۷۱ء سے نوٹوں کی پشت سونے اور چاندی سے بالکل خالی ہوچکی ہے اور اب نوٹوں کو سونے اور چاندی کا بالکل سہارا حاصل نہیں۔

چنانچہ مولانا عصمت اللہ صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

''اسی اصول پر سالہا سال تک عمل ہوتا رہا حتی کے جب ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو ڈالر کی قیمت میں کمی کے باعث سخت بحران کا سامنا کرنا پڑا اور ۱۹۷۱عیسوی میں سونے کی بہت قلت ہوگئی تو امریکی حکومت اس بات پر مجبور ہوئی کہ دوسری حکومتوں کے لیے بھی ڈالر کو سونے میں تبدیل کرنے کا قانون ختم کر دے، چنانچہ ۱۵/ اگست ۱۹۷۱عیسوی کو اس نے یہ قانون نافذ کر دیا اور اس طرح کاغذی نوٹ کو سونے سے مستحکم رکھنے کی جو آخری شکل تھی وہ بھی اس قانون کے بعد ختم ہوئی۔ (زر کا تحقیق مطالعہ ص :۵۳)

ایسی صورتحال میں نوٹ کو سونے یا چاندی کا قائم مقام یا سند قرار دینا درست نہیں ہوسکتا۔

(۶) اگر اس کی پشت پر سونا ہوتا تو اس کی وجہ سے نوٹ کی قیمت میں فرق آجاتا کیوں کہ سونے کی قیمت میں آئے دن تبدیلی آتی رہتی ہے تو اس سے نوٹ کی قیمت بڑھ جاتی اور وہ اشیاء جو ڈالر کی کم قیمت کے زمانے میں جتنے ڈالروں پر

ملتیں قیمت بڑھنے کی صورت میں ان سے کم پر ملنی چاہییں، جبکہ خارج میں ایسا نہیں۔

(۷) نوٹ اگر سونے کا ترجمان ہوتا تو جس تاریخ سے یہ چھپا ہے اس تاریخِ اجراء سے آخری تاریخ تک اس کے عوض میں سونے کی مقدار ایک ہونی چاہیے جبکہ خارج میں ایسا نہیں، کیوں کہ اجراء کے وقت مثلاً ایک تولہ پانچ ہزار کا ہوتا ہے اور بعد میں ایک تولہ پچاس ہزار تک پہنچ جاتا ہے، اگر ترجمان ہوتا تو آخری تاریخوں میں بھی ایک تولہ پانچ ہزار کے نوٹوں پر ملنا ضروری ہوتا۔

(۸) نوٹ کو سندِ دین یا عروض قرار دینے کی صورت میں لوگ معاملات اور مسائل کے سلسلے میں مختلف مشکلات میں واقع ہوجائیں گے اور حرج کو شریعت نے دفع کیا ہے۔

مذکورہ بالا تمام دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ کرنسی نوٹ ثمنِ عرفی یا اصطلاحی ہیں، اسی وجہ سے اکثر علمائے کرام اسی رائے کے قائل ہیں اور فتاویٰ میں اسی قول پر فتوی دیتے ہیں۔

قولِ راجح پر چند اشکالات مع جوابات:

اشکال نمبر ۱ : نوٹ پر یہ وعدہ لکھا ہوتا ہے کہ ''حاملِ ہٰذا کو مطالبے پر ادا کرے گا'' (اس کے حامل کو بوقتِ مطالبہ اس نوٹ کی حقیقی قیمت ادا کی جائے گی)۔ یہ وعدہ اس بات کی دلیل ہے کہ نوٹ دین کی سند یا رسید ہے، خود ثمن نہیں۔

جـــواب: اتنی بات تو درست ہے کہ کرنسی نوٹ پر وعدہ لکھا ہوتا ہے اور یہ وعدہ شروع میں درست بھی تھا لیکن اب یہ بے معنی ہے، اب جاری کنندہ اس بات کا پابند نہیں کہ حاملِ نوٹ کو سونا یا چاندی دے بلکہ اس وعدہ کا فائدہ اب صرف اتنا ہے کہ جاری کنندہ حاملِ نوٹ کو (مثلاً جل جانے یا کسی وجہ سے خراب ہونے کی

صورت میں) بوقتِ مطالبہ دوسرے نوٹ دے۔

خلاصہ یہ کہ یہ وعدہ نوٹ کی ثمنیت کو باطل نہیں کرتا بلکہ اس کو مزید تقویت بخشتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ لوگوں کا اعتماد مزید بڑھتا ہے۔

اشکال نمبر ۲: بعض حضرات نے اسٹیٹ بینک کی تحقیق سے اس رائے کو رد کیا ہے کہ اسٹیٹ بینک کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک روپے کے جتنے نوٹ ہیں وہ بحکمِ فلوس اور بڑے نوٹ ان کی بقدر بطور دستاویز جاری ہوتے ہیں۔

جواب : ممکن ہے کہ کسی زمانے میں اسٹیٹ بینک بڑے نوٹوں کو ایک روپے کے نوٹ کے بقدر بطور دستاویز جاری کرتا ہو لیکن موجودہ تحقیق اور سب کا مشاہدہ اس کے خلاف ہے کیونکہ اب تو ایک روپے کا نوٹ ہے ہی نہیں اور دس بیس سب پر یہ تحریر لکھی ہوئی ہے اور جس زمانے میں ایک دو روپے کے نوٹ بھی تھے تو ان پر بھی یہ تحریر لکھی ہوتی تھی۔

اشکال نمبر ۳: موجودہ کرنسی تمام معاملات میں عرفاً سونے اور چاندی کی طرح رائج اور عام ہے لہٰذا یہ سونے اور چاندی کے قائم مقام اور نائب ہو کر تمام معاملات میں مبدل منہ (سونے اور چاندی) کے احکام کے تابع ہوگی۔

جواب: عرفاً سونے اور چاندی کی طرح رواج پانا ان کی نیابت کی دلیل نہیں، کیونکہ نیابت کے لیے ضروری ہے کہ شرعاً ثابت ہو جبکہ مروجہ کرنسی کا سونے اور چاندی کا نائب ہونا شرعاً ثابت نہیں، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے ساتھ دراہم و دنانیر جیسا معاملہ کیا جاتا ہے اور دو چیزوں کا معاملے میں یکساں رواج پانے سے ان میں من کل الوجوہ برابری ثابت نہیں ہوتی نیز اگر ہم نیابت تسلیم بھی کریں تو یہ فیصلہ کس طرح کیا جائے گا کہ ان نوٹوں میں فلاں فلاں نوٹ سونے

کے نائب ہیں اور فلاں فلاں چاندی کے، تاکہ ’’ ربا الفضل ‘‘ اور ’’ ربا النسیئہ ‘‘ دونوں سے بچا جا سکے اور فرقہ اباحیہ ربا کے جواز کا کوئی حیلہ اور بہانہ نہ کر سکے۔

بہر حال یہ تمام اشکالات اس درجہ کے قوی نہیں کہ ان کی بنیاد پر کرنسی نوٹوں کو رسید یا بدل تسلیم کیا جائے بلکہ صحیح اور فقہی لحاظ سے بالکل مناسب رائے یہی ہے کہ نوٹوں کو فلوس کی طرح بذاتِ خود ثمنِ اصطلاحی یا عرفی کہا جائے۔

مختلف ممالک کی کرنسی
جنسِ واحد ہے یا اجناسِ مختلفہ ؟

مختلف ممالک کی کرنسیاں جنسِ واحد ہیں یا اجناسِ مختلفہ؟ اس میں دو رائے ہیں:

(۱) جنسِ واحد ہیں۔ (۲) اجناسِ مختلفہ ہیں۔

مضبوط اور قوی دلیل سے پہلی رائے ثابت ہوتی ہے، دوسری رائے پر کوئی مضبوط دلیل اب تک سامنے نہیں آئی۔

جنسِ واحد ہونے کی دلیل:

حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختلافِ جنس کے تین اسباب بیان فرمائے ہیں......مختلف ممالک کی کرنسیوں میں ان اسباب میں سے ایک بھی نہیں پایا جاتا......لہٰذا یہ کرنسیاں مختلف الجنس نہ ہوں گی۔

اسبابِ ثلاثہ :

(۱) اختلاف الاصل۔ جیسے خل العنب (انگور کا سرکہ) وخل التمر (کھجور کا سرکہ)، یہاں دونوں کا نام ایک ہے دونوں کو خل اور سرکہ کہا جاتا ہے پھر بھی مختلف الجنس ہیں کیونکہ دونوں اصل کے اعتبار سے مختلف ہیں، ایک کی اصل عنب اور انگور ہے اور دوسرے کی تمر اور کھجور ہے۔

(۲) اختلافِ وصف۔ جیسے دقیق (آٹا) اور خبز (روٹی) کہ دونوں کی اصل حنطہ ہے جو کہ ایک ہے پھر بھی ان کو وصف کے اختلاف کی وجہ سے مختلف الجنس کہا گیا ہے کہ دقیق (آٹا) وزنی یا کیلی ہے اور خبز (روٹی) عددی ہے، کیلی یا وزنی نہیں۔

(۳) اختلافِ مقصد۔ جیسے شعر المعز (بکرے کے بال) اور صوف الضأن (دنبے کی اون) کہ شرعاً ان کی اصل ایک ہے لیکن مقصد میں اختلاف کی وجہ سے ان کو مختلف الجنس کہا گیا ہے۔شعر المعز سے خیمے بنائے جاتے ہیں اور صوف الضأن سے گرم کپڑے اور کمبل وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔

کرنسی کے اندر ان تینوں اسباب میں سے ایک بھی نہیں ہے ...... کیوں؟ ......اس لیے کہ اصل کے اعتبار سے تمام کرنسیاں ایک ہیں......کیوں کہ اصل یا تو کاغذ ہے یا قوتِ خرید اور ان دونوں میں تمام ممالک کی کرنسیاں متحد ہیں۔

وصف کے اعتبار سے بھی ایک ہیں کیوں کہ تمام ممالک کی کرنسیاں عددی ہیں، ایسا نہیں کہ بعض ممالک کی وزنی، بعض کی کیلی اور بعض کی عددی ہوں۔

اسی طرح مقصد میں بھی سب متحد ہیں کیوں کہ مقصد تمام کرنسیوں کا حصولِ اشیاء ہے یعنی کرنسی کے ذریعے اشیاء کو حاصل کرنا اور یہ ہر ملک کی کرنسی کا مقصد ہے۔

﴿۱﴾ قال العلامة شيخي زاده الحنفي رحمه الله تعالىٰ : والجاموس مع البقر جنس واحد وكذا المعز مع الضأن والبخت مع العراب فلا يجوز بيع لحم البقر بالجاموس متفاضلا لاتحاد الجنس بدليل الضم في الزكا ة لـلتكميل فكذا أجزاؤهما ما لم يختلف المقصود كشعر المعز وصوف الضأن فإنهما جنسان .... فحاصله أن الاختلاف باختلاف الأصل أو المقصود أو بتبدل الصفة.(مجمع الانهر ۳/ ۹۳،ط:دار احياء التراث العربي)

﴿۲﴾ وقال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : والحاصل أن

الاختلاف باختلاف الأصل أو المقصود أو بتبدل الصفة فليحفظ.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله باختلاف الأصل) كخل الدقل مع خل العنب ولحم البقر مع لحم الضأن (قوله أو المقصود) كشعر المعز وصوف الغنم فإن ما يقصد بالشعر من الآلات غير ما يقصد بالصوف بخلاف لحمهما ولبنهما فإنه جعل جنسا واحدا كما مر لعدم الاختلاف أفاده في الفتح (قوله أو بتبدل الصفة) كالخبز مع الحنطة والزيت المطيب بغير المطيب وعبارة الفتح وزيادة الصنعة بالنون والعين.(الشامية ۱۸۳/۵،ط: سعيد)

﴿۳﴾ وقال العلامة وهبة الزحيلي رحمه الله تعالى : و الضابطة لاختلاف الجنس عند الحنفية رحمهم الله تعالى:هو بحسب اختلاف الأصل كخل التمر مع خل العنب ، و لحم البقر مع لحم الضأن ، أو باختلاف المقصود كشعر المعز و صوف الغنم، فانه يختلف القصد من استعمال كل منهما في الصناعات ، أو بتبدل الصفة كالخبز مع الحنطة، فان الخبز صار عدديا أو موزونا و الحنطة مكيلة.(الفقه الاسلامي وأدلته: ۳۷۱۵/۵)

قائلینِ اختلافِ جنس کے دلائل اور ان کے جوابات :

جو حضرات مختلف ممالک کی کرنسیوں کو مختلف الجنس شمار کرتے ہیں ان کی دو رائے ہیں:

پہلی رائے : بعض حضرات کرنسی کی ذات اور عین کو مدِ نظر رکھ کر اسے مختلف الجنس قرار دیتے ہیں اور کرنسی کی اصل کاغذ ہے۔

دوسری رائے : بعض حضرات قوتِ خرید کے درمیان وحدتِ نسبت کے فقدان کو اختلافِ جنس کا سبب ٹھہراتے ہیں۔

پہلی رائے (کرنسی کی اصل کاغذ ہے) کے قائلین کے دلائل :

دلیل نمبر ۱ : اختلافِ صنعت :

مختلف ممالک کی کرنسی میں اختلافِ صنعت پایا جاتا ہے۔ دیکھیے ! رنگ، تحریر کا مضمون، تحریر کی کتابت اور نوٹ کی ساخت وغیرہ سب مختلف ہیں، اس لیے یہ مختلف الجنس ہیں جیسا کہ ثوبِ ہروی اور مروی کو اختلافِ صنعت ہی کی وجہ سے حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مختلف الجنس فرمایا ہے۔

''جدید فقہی مباحث'' میں مفتی محمد زید صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''علتِ جنسیہ کا فقدان تو کسی حد تک سمجھ میں آتا ہے کیونکہ ہر ملک کی کرنسی کی مستقل شان ہوتی ہے جو خلقت، صنعت اور صفت میں دوسرے ممالک سے ممتاز اور مختلف ہوتی ہے اور تبدیلیِ جنس کے لیے اتنی بات کافی ہوسکتی ہے، کمافی البحر:

"فالثوب الهروى و المروى جنسان لاختلاف الصنعة و قيام الثوب بها". (جدید فقہی مباحث:۵۴/۴)

غرضیکہ فرماتے ہیں کہ ثوبِ ہروی اور مروی دونوں کی اصل ''قطن اور روئی'' ایک ہے لیکن اختلافِ صنعت کی وجہ سے فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالی نے ان کو مختلف الجنس شمار کیا ہے اور یہی اختلافِ صنعت مختلف ممالک کی کرنسیوں میں بھی ہے لہٰذا یہ بھی مختلف الجنس شمار ہوں گی۔

دلیل نمبر ۲ : اختلافِ اسم :

اختلافِ جنس کی وجہ اختلافِ اسم بھی ہے، مختلف ممالک کی کرنسیوں کے نام

مختلف ہیں لہٰذا نام کے اختلاف کی وجہ سے یہ کرنسیاں مختلف الجنس ہوں گی۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ :و اختلاف الجنس يعرف باختلاف الاسم الخاص و اختلاف المقصود.(البحر الرائق:۱۲۸/۶،ط: رشيديه)

پہلی رائے (کرنسی کی اصل کاغذ ہے) **کے قائلین کے دلائل کے جوابات** :

دلیل نمبر ۱ (اختلافِ صنعت) **کا جواب** : ان حضرات کا اختلافِ صنعت سے اختلافِ جنس پر استدلال تین وجہ سے درست نہیں:

(وجہ نمبر ۱) : حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی صنیع اور بعض صریح عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلافِ صنعت بالذات والاستقلال اختلافِ جنس کا سبب نہیں ورنہ کوئی فقیہ علیہ الرحمۃ امورِ ثلاثہ پر انحصار نہ فرماتے، جبکہ کئی حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے امورِ ثلاثہ پر انحصار کیا ہے جن کے حوالے پہلے صفحہ: ۲۲،۲۳ پر گزر چکے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ صنعت کو اسبابِ ثلاثہ سے الگ مستقل بالذات سبب قرار دے کر صرف اسی کی بنیاد پر اختلافِ جنس کا حکم لگانا درست نہیں۔

رہی یہ بات کہ ''البحر وغیرہ'' میں اس کو سبب کیوں قرار دیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صنعت کی وجہ سے بعض مرتبہ وصف یا مقصد مختلف ہو جاتا ہے جیسے آٹا، خباز کی صنعت کے بعد خبز اور روٹی میں تبدیل ہو کر اس کا وصف جو وزنی ہونا تھا وہ بدل کر عددی ہو گیا اور جیسے ہروی و مروی کپڑا کہ صنعت کے بعد دونوں کا مقصدِ استعمال علیحدہ علیحدہ ہو گیا کہ ایک سردی سے بچاؤ کے لیے اوڑھا جاتا ہو اور دوسرا قمیص شلوار بنا کر پہنا جاتا ہو، ایسی صورت میں صنعت کی طرف بھی اختلافِ جنس کی نسبت کر دی جاتی ہے لیکن بالتبع والواسطہ نہ کہ بالذات و بالاستقلال گویا اس

صورت میں بھی اختلاف کا اصل سبب اختلافِ مقصد ہوتا ہے اور اختلافِ صنعت کی طرف نسبت بالواسطہ اور بالتبع ہوتی ہے۔

قال العلامة الزيلعي رحمه الله تعالىٰ : قال رحمه الله واللحوم المختلفة بعضها ببعض متفاضلا ولبن البقر والغنم وخل الدقل بخل العنب وقال الشافعي : لا يجوز ؛ لأنه جنس واحد لاتحاد الاسم والصورة والمقصود ولنا أن أصولها أجناس مختلفة حتى لا يضم بعضها إلى بعض في الزكاة وأسماؤها أيضا مختلفة باعتبار الإضافة كدقيق البر والشعير والمقصود أيضا مختلف فبعض الناس يرغب في بعضها دون بعض وقد يضره البعض وينفعه غيره والمعتبر في الاتحاد في المعنى الخاص دون العام ولو اعتبر العام لما جاز بيع شيء بشيء أصلا بخلاف لحم الجاموس والبقر أو لبنهما أو لحم المعز والضأن أو لبنهما أو لحم العراب والبخاتي حيث لا يجوز بيع أحدهما بالآخر متفاضلا ؛ لأنهما جنس واحد حتى يضم أحدهما إلى الآخر في تكميل النصاب في الزكاة فكذا أجزاؤهما ما لم يختلف المقصود كشعر المعز وصوف الضأن أو لم يتبدل بالصنعة ؛ لأن بالتبدل تختلف المقاصد ولهذا جاز بيع الخبز بالحنطة متفاضلا وكذا بيع الزيت المطبوخ بغير المطبوخ أو الدهن المربى بالبنفسج بغير المربى منه متفاضلا وإنما جاز بيع لحم الطير بعضه ببعض متفاضلا وإن كان من جنس واحد ولم يتبدل بالصنعة لكونه غير موزون عادة فلم يكن مقدرا فلم توجد العلة فحاصله أن الاختلاف باختلاف الأصل أو المقصود أو بتبدل الصنعة.(تبيين الحقائق ۴۶۶/۴،۴۶۷،ط: رشيديه)

نیز جن کتابوں میں ''صنعت'' کا ذکر ہے ان میں ''صنعت'' کے ساتھ ''زیادۃ'' یا ''تبدل'' کا لفظ بھی مذکور ہے۔ ''فتح القدیر'' میں ''**وزیادۃ الصنعۃ**'' اور ''البحر'' میں ''**او بتبدل الصنعۃ**'' ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ''صنعت'' اس وقت سبب بنتی ہے جب اس کی وجہ سے شے میں معتد بہا زیادتی پیدا ہوجائے جس سے صفت بدل جائے جیسے خبز میں، اور یا اس کی وجہ سے معتد بہ تبدیلی آجائے جس سے مقصد بدل جائے۔ معتد بہ تبدیلی اور زیادتی کے بغیر ''صنعت'' سبب نہیں جیسے دقیق اور حنطہ میں۔

اگر یہ مستقل اور بالذات سبب ہوتا تو ہر جگہ ہوتا اور اس کی بنیاد پر اختلافِ جنس ثابت ہوتا جبکہ ایسا نہیں۔ دیکھیے ''حنطہ (گندم) اور دقیق (آٹا)'' یہاں دقیق میں صنعت ہے لیکن اس صنعت کی وجہ سے وصف اور مقصد میں تبدیلی نہیں اس لیے دونوں کو جنسِ واحد کہا جاتا ہے کیوں کہ مقصد اور وصف میں اس کی وجہ سے کوئی اختلاف نہیں آیا پہلے بھی وزنی یا کیلی تھا اور اب بھی وہی ہے۔

تنبیہ : بعض حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ طحن کی وجہ سے مقصد بدل جاتا ہے کیونکہ طحن کے بعد اس کا نام، صورت اور معنی گندم سے الگ ہوجاتا ہے، صرف اتحادِ جنس کا شبہہ رہتا ہے کہ تفرقِ اجزاء سے شے کی جنس مختلف نہیں ہوتی، پھر بھی حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس شبہہٗ جنسیت کی وجہ سے اس صنعت کو غیر مؤثر قرار دے کر اس پر جنسِ واحد کے احکام جاری فرمائے ہیں اور عند المبادلہ تفاضل کو ربا اور سود کہا ہے تو جہاں پر صنعت کی وجہ سے مقصد اور صفت میں بھی اختلاف نہ ہوگا وہاں یقیناً جنسِ واحد کے احکام جاری ہوں گے اور صنعت غیر مؤثر ہوگی اور عند المبادلہ تفاضل حرام ہوگا۔

قال العلامة الخوارزمی رحمه الله تعالیٰ : (قوله لان المجانسة باق من وجه) لانهما من اجزاء الحنطة لان بالطحن لم يوجد الا تفرق الاجزاء والشیء بالتفرق لايصير شيئا آخر فكانت المجانسة باقية من هذا الوجه ومن حيث ان اختلاف المجانسة بين الشيئين انما يثبت باختلاف الاسم والصورة والمعنى وقد تحقق ذلک بالطحن وكانت حرمة الفضل ثابتة قبل الطحن وقد بقيت المجانسة من وجه فلاتزول تلک الحرمة بالشک فاشتراط التساوی فی بيع الحنطة بالدقيق ولم يوجد لان الكيل لايسوی بينهما لاكتناز الدقيق وتخلخل حبات الحنطة فلذلک لم يجز البيع اصلا لشبهة الفضل. (الكفاية مع الفتح ۷/۵، ط: رشيديه)

اسی طرح ایک ملک کی کرنسی کی مختلف نوٹوں میں صنعت کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے یعنی ساخت میں، رنگوں میں، تحریر اور نام میں فرق ہوتا ہے، جیسے دس کے نوٹ کی تحریر، رنگ وروغن اور ساخت الگ، بیس کے نوٹ کی الگ، سو کے نوٹ کی الگ، ہزار کے نوٹ کی الگ، پانچ ہزار کے نوٹ کی الگ، اسی طرح ایک کوالٹی کے کپڑوں کے رنگوں کا اختلاف بھی مشاہد اور معلوم ہے، پھر بھی سب کے ہاں کرنسی اور کپڑا جنسِ واحد ہے، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ (بذاتِ خود صنعت اختلافِ جنس کا سبب نہیں)۔

(وجہ نمبر۲) : بعض فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمادی کہ صنعت کی وجہ سے بعض مرتبہ متحد الجنس اشیاء مختلف الجنس بن جاتی ہیں اور بعض مرتبہ مختلف الجنس اشیاء متحد الجنس ہوجاتی ہیں، اگر صنعت کی وجہ سے مقصد یا وصف مختلف ہو گیا تو اصلِ واحد اس صنعت سے مختلف ہوجاتا ہے اور اگر مختلف اصل کی چیزیں

صنعت کی وجہ سے وصف یا مقصد کے اعتبار سے متحد ہو جاتی ہیں تو یہ صنعت متحد الجنس کا سبب ہو جاتی ہے۔

پہلی صورت کی مثال روٹی، آٹا اور ہروی ومروی کپڑا ہے کہ ان میں اصل ایک (حنطہ وگندم اور قطن وروئی) ہے لیکن صنعت کی وجہ سے گندم میں وصف بدل گیا کہ روٹی عددی ہے اور آٹا غیر عددی (وزنی یا کیلی) ہے اور قطن اور کپڑے میں مقصد بدل گیا کہ دونوں جدا مقاصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

دوسری قسم کی مثال دراہمِ مغشوشہ ہیں کہ بعض میں غش لوہا، بعض میں غش پیتل، بعض میں تانبا......اور یہ لوہا، پیتل، تانبہ وغیرہ ظاہر ہے کہ اجناسِ مختلفہ ہیں لیکن صنعت نے ان مختلف الاصل دھاتوں کو دراہم کے تابع کر کے متحد الجنس بنا دیا اور تفاضل کو ناجائز قرار دے دیا۔

قال العلامة المرغيناني رحمه الله تعالى : وكذلك ألبان البقر والغنم وعن الشافعي رحمه الله لا يجوز لأنها جنس واحد لاتحاد المقصود .ولنا أن الأصول مختلفة حتى لا يكمل نصاب أحدهما بالآخر في الزكاة فكذا أجزاؤها إذا لم تتبدل بالصنعة .

قال العلامة البابرتي رحمه الله تعالى : (قوله : إذا لم تتبدل بالصنعة) قيل مراده أن اتحاد الأصول يوجب اتحاد الفروع والأجزاء إذا لم تتبدل بالصنعة فإذا تبدلت الأجزاء بالصنعة تكون مختلفة وإن كان الأصل متحدا كالهروى والمروى وفيه نظر ؛ لأن كلامه في اختلاف الأصول لا في اتحادها فكأنه يقول: اختلاف الأصول يوجب اختلاف الأجزاء إذا لم تتبدل بالصنعة وأما إذا تبدلت فلا توجبه وإنما توجب الاتحاد فإن الصنعة كما تؤثر في تغير الأجناس مع اتحاد الأصل كالهروى

مع المروى مع اتحادهما في الأصل وهو القطن كذلك تؤثر في اتحادها مع اختلاف الأصل كالدراهم المغشوشة المختلفة الغش مثل الحديد والرصاص إذا كانت الفضة غالبة فإنها متحدة في الحكم بالصنعة مع اختلاف الأصول .

(العناية في شرح الهداية ، ۷/ ۳۴،۳۵،ط:رشيدية)

قال العلامة الخوارزمي رحمه الله تعالىٰ : (قوله : اذ لم تتبدل بالصنعة) معناه ان للاجزاء حكم الاصول مالم تتغير بالصنعة كما في الدهن مع السمسم والعصير مع العنب واذا تغير بالصنعة لم يبق له حكم الاصل كالخبز مع الحنطة والكرباس مع القطن والدبس مع العنب يجوز البيع كيف ما كان وقيل معناه ان اختلاف جنس الاصول دليل اختلاف جنس الفروع الاترى انه لا اتحاد في المقصود فان مقصود السمن يحصل بلبن البقر دون لبن الابل وكذا بعض الناس يرغب في بعض اللحوم دون البعض وقد يضره البعض وينفعه البعض حتى ان ما يكون اصله جنسا واحدا فانه جنس واحد كالبقر مع الجواميس لكن اختلاف الاصل انما يوجب اختلاف الاجزاء اذا لم تتبدل بالصنعة فان الاجزاء المختلفة اذا ابدع فيها صنعة تصير كجزء واحد بان اتخذ منها الجبن لا يجوز بيعه متفاضلا وفي مسئلتنا لم تتبدل بالصنعة فتكون الاجزاء مختلفة كاصولها وشعر المعز وصوف الغنم جنسان فان قيل : يجب ان يكون جنسا واحدا لان المعز والغنم جنس واحد اعتبر اتحاد هما في حق الالبان وفي حق تكميل النصاب؟ قلنا : نعم كذلك الا ان المقاصد فيهما قد اختلفت فان الحبال الصلبة والمسوح انما تتخذ من شعر المعز دون صوف الضان واللبود واللفافة انما تتخذ من صوف الضان دون شعر المعز فصار بسبب اختلاف المقاصد جنسين

مختلفين وحصل من هذا ان ما يوجب اختلاف الجنس في الشيء ثلاثة احدها اختلاف الاصول كالبان البقر والغنم وكذا لحومهما والثاني التبدل بالصنعة مع اتحاد الاصل كالوا ذارى والزندنجي والخبز مع الدقيق وذكر في المبسوط وكذلك الزيت المطبوخ مع غير المطبوخ والدهن المربى بالبنفسج مع غير المربى يجوز بيع رطل من المطبوخ والمربى برطلين من غير المطبوخ وغير المربى لان تلك الرائحة بمنزلة زيادة في عينها وذكره في الذخيرة لوباع قمقمة من حديد او صفر او نحاس بقمقمتين من جنسها يجوز يدا بيد لان الناس تركوا وزنها مع الامكان وترك الوزن فيما ثبت الاصطلاح على الوزن اعراض عن الاصطلاح على الوزن وخروجها عن الاصطلاح على الوزن لم يكن الا باعتبار الصنعة فعلم ان للصنعة تاثيرا في تغير الاجناس، والثالث اختلاف المقصود وان لم يتبدل الاصل والصنعة كشعر المعزو صوف الضان.

(الكفاية ۷/۸، ۹،ط:رشيدية)

الحاصل : صنعت کوحضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جہاں موثر مانا ہے تو اس شرط کے ساتھ موثر مانا ہے کہ اس کی وجہ سے وصف یا مقصد مختلف ہوجائے ، لہٰذا اس شرط کے بغیر مؤثر نہ ہوگی اور مختلف مما لک کی کرنسیوں میں یہ شرط نہیں ہے کیوں کہ صنعت کے باوجود بھی تمام مما لک کی کرنسیاں عددی ہیں اور تمام کا مقصد حصولِ اشیاء ہے۔ اگر صنعت کی وجہ سے بعض عددی اور بعض غیر عددی بن جاتیں یا بعض کا مقصد حصولِ اشیاء ہوتا اور بعض کا نہ ہوتا تو پھر یہ صنعت موثر ہوتی ،اذ لیس فلیس ۔

(وجہ نمبر۳) :اگر ہم صنعت کو بدوں شرط مطلقاً بالذات و بالاستقلال سبب

مانیں تو پھر خود ہروی کپڑا اور مروی کپڑا جو مختلف رنگوں میں بُنا گیا ہوگا کو مختلف جنس شمار کرنا ہوگا اسی طرح ہروی کپڑا جو مرو میں بُنا گیا ہو اور اس کے اوپر تحریر اور مہر مَرو کے مصنع اور کارخانے کی ہو یعنی اس پر ''میڈ اِن مَرو'' لکھا ہوا ہو، اور جو بغداد میں بُنا ہوا ہو جس پر تحریر اور مہر بغداد کے مصنع اور کارخانے کی ہو، کو مختلف الجنس ہونا چاہیے، جبکہ ان امور کے اختلاف کی وجہ سے کسی نے بھی اس کو مختلف الجنس نہیں کہا، لہٰذا نوٹوں میں بھی رنگوں اور تحریروں کے اختلاف کی وجہ سے ان کو مختلف جنس نہیں کہا جائے گا۔

دلیلِ ثانی (اختلافِ اسم) **کا جواب** :

یہ کہنا کہ صرف ''اختلافِ اسم اور نام'' سے بھی اختلافِ جنس ثابت ہوجاتا ہے، تین وجہ سے درست نہیں:

(وجہ نمبر۱) تنہا اختلافِ اسم (ڈالر یا ریال ہونا) اختلافِ جنس میں موثر اور کافی نہیں، ورنہ کوئی فقیہ علیہ الرحمۃ اس کو مقصد، اصل اور وصف کی طرح علیحدہ مستقل سبب بتلاتے اور اسم کے ساتھ مقصد وغیرہ کا ذکر نہ کرتے جبکہ ہر ایک اسم کے ساتھ مقصد وغیرہ کا ذکر ضرور کرتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اسم کے مؤثر ہونے کے لیے مقصد میں بھی اختلاف ضروری ہے، جبکہ تمام مما لک کی کرنسیاں اختلافِ اسم کے باوجود مقصد (حصولِ اشیاء) میں متحد ہیں۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ :و اختلاف الجنس يعرف باختلاف الاسم الخاص و اختلاف المقصود.

(البحر الرائق: ۱۲۸/۶ ،ط: رشيديه)

قال الامام ابن الهمام رحمه الله تعالى: اختلاف الجنس يعرف باختلاف الاسم الخاص و اختلاف المقصود فالحنطة و الشعير

جنسان عندنا وعند الشافعی رحمه الله تعالیٰ وقال مالک رحمه الله تعالیٰ : جنس واحد حتی لایجوز بیع احدهما بالآخر متفاضلا لان اسم الطعام یقع علیهما، قلنا: بل جنسان؛ لانهما مختلفان اسما ومعنی وافراد کل عن الآخر فی قوله ﷺ "الحنطة بالحنطة والشعیر بالشعیر" یدل علی انهما جنسان.

(فتح القدیر:۷/۱۱۴،ط:رشیدیه)

قال العلامة الخوارزمی رحمه الله تعالیٰ : ومن حیث ان اختلاف المجانسة بین الشیئین انما یثبت باختلاف الاسم والصورة والمعنی.(الکفایة مع الفتح ۷/۶۵،ط:رشیدیه)

وقال العلامة ابن مازة البخاری رحمه الله تعالیٰ : والهروی مع المروی جنسان مختلفان لاختلاف المقصود والصورة وکذلک الثوب المتخذ من القطن مع الثوب المتخذ مع الکتان إما لاختلاف الأصل أو لاختلاف الصنعة علی وجه أوجب اختلاف الاسم والمقصود.

(المحیط البرهانی ۹/۳۴۷،ط:ادارة القرآن)

مندرجہ بالا عبارات کے خط کشیدہ حصوں میں ''اسم'' کے ساتھ ہر جگہ مقصد وغیرہ کا ذکر کرنا اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ یہ مستقل سبب نہیں۔

(وجہ نمبر۲) حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اسم اور مقصد میں اختلاف کی صورت میں مقصد کے مطابق حکم لگانا اور اسم کے مطابق حکم نہ لگانا بھی اس کی واضح دلیل ہے کہ اختلافِ اسم تنہا سبب نہیں۔

دیکھیے ! بقر و جاموس اور غنم وضأن کے نام مختلف ہیں، لیکن مقصد میں اختلاف نہیں اس لیے ان کو اور ان کے اجزاء کو جنسِ واحد کہا گیا ہے۔

قال العلامة الزیلعی رحمه الله تعالیٰ : ......بخلاف لحم

الجاموس والبقر أو لبنهما أو لحم المعز والضأن أو لبنهما أو لحم العراب والبخاتی حیث لا یجوز بیع أحدهما بالآخر متفاضلا ؛ لأنهما جنس واحد حتی یضم أحدهما إلی الآخر فی تکمیل النصاب فی الزکاة فکذا أجزاؤهما ما لم یختلف المقصود کشعر المعز وصوف الضأن.

(تبیین الحقائق ۴/۴۶۶،۴۶۷،ط: رشیدیه)

(وجہ نمبر۳) اگر صرف نام کے اختلاف کو اختلافِ جنس کا سبب کہا جائے گا تو منصوص متحد الجنس اشیاء بھی مختلف الجنس ہو جائیں گی۔

دیکھیے ! گندم، کھجور، جو وغیرہ کے مختلف علاقوں میں مختلف نام ہیں، لیکن مقصد چونکہ ان سب کا ایک ہی ہے اس لیے مختلف جنس نہیں۔ اگر صرف نام کے اختلاف کو سبب بنائیں گے تو یہ اشیاء مختلف الجنس ہو جائیں گی۔ جبکہ یہ نص اور اجماع کے خلاف ہے۔

مختلف ممالک کی کرنسیوں کے نام اگرچہ مختلف ہیں لیکن مقصد چونکہ ایک ہے یعنی ''حصولِ اشیاء'' اس لیے یہ بھی اختلافِ نام کی وجہ سے مختلف الجنس نہ ہوں گی بلکہ اتحادِ مقصود کی وجہ سے متحد الجنس ہوں گی۔

قوتِ خرید یا ثمنیت کو کرنسی کی اصل کہنے والوں کی دلیل اور اس کا جواب :

جو حضرات کرنسی کی اصل قوتِ خرید کو قرار دیتے ہیں اب ان کی دلیل اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

دلیل : مختلف ملکوں کی کرنسیوں میں قوتِ خرید میں تفاوت ہوتا ہے، یہی تفاوت اختلافِ جنس کی دلیل ہے۔

جواب ۱ : یہ تو دعویٰ ہے، کیونکہ ''قوتِ خرید'' کے اختلاف کو کسی ایک متفق علیہ فقیہ علیہ الرحمۃ نے بھی اختلافِ جنس کا سبب نہیں لکھا ہے لہٰذا اس دعوی پر دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔ اذ لیس فلیس

جواب ۲ : نفسِ تفاوت تو ایک ملک کی کرنسی میں بھی ہے۔ دیکھیے!...... سو کا ایک نوٹ اور دس روپے کے دس نوٹ برابر ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ سو کے نوٹ میں قوتِ خرید زیادہ ہے اور دس کے نوٹ میں کم ہے اس کے باوجود ایک ملک کی کرنسی کو سب ایک ہی جنس مانتے ہیں۔

دلیل کی وضاحت : مختلف کرنسیوں کے تفاوت اور ایک ملک کی کرنسی کے مختلف نوٹوں کے تفاوت میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ ایک ملک کی کرنسی کے نوٹوں میں تفاوت کی نسبت ہمیشہ ایک ہی رہتی ہے، جیسے سو کے نوٹ کے مقابلے میں دس کے ہمیشہ کے لیے دس نوٹ ہوتے ہیں جبکہ مختلف مما لک کی کرنسیوں میں یہ تفاوت ایک نہیں رہتا بلکہ بدلتا رہتا ہے جیسے ایک وقت ایک ریال کے مقابلے میں پاکستان کے دس روپے تھے پھر بڑھتے بڑھتے آج ستائیس روپے ہو گئے۔

جس تفاوت کو اختلافِ جنس کی دلیل اور سبب کہا جاتا ہے یہ وہ تفاوت ہے جس میں تفاوت کی نسبت ایک نہیں رہتی بلکہ بدلتی رہتی ہے اور جہاں ایک رہتی ہے وہ سببِ اختلاف نہیں، اس وجہ سے ایک ملک کی کرنسیوں کے نوٹوں کا اختلاف اور تفاوت سببِ اختلافِ جنس نہیں اور مختلف مما لک کی کرنسیوں کا تفاوت سبب ہے۔

جواب ۱ : تفاوتِ مشروط ومقید کو سبب بنانا بھی ایک دعویٰ ہے، کیوں کہ کسی ایک کتاب میں بھی قوتِ خرید کی یہ تقسیم اور احکام نہیں اور نہ کسی متفق علیہ فقیہ

علیہ الرحمۃ نے آج تک اس کا ذکر کیا ہے کہ اگر وحدتِ نسبت ہے تو ''قوتِ خرید'' کا تفاوت اختلافِ جنس کا سبب نہ ہوگا، اگر وحدتِ نسبت نہیں تو اختلافِ جنس کا سبب ہوگا۔ لہٰذا اس دعوی پر بھی دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔ اذ لیس فلیس۔

رائے ثانی کے حاملین نے خود اپنی بعض کتابوں میں جہاں اختلافِ جنس کے اسباب لکھے ہیں، وہاں اس سبب کو بیان نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اختلافِ جنس کے سبب ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

دیکھیے ! کتاب ''فقہ البیوع علی المذاہب الاربعۃ'' میں اختلافِ جنس کے چھ اسباب ذکر کیے گئے ہیں:

(۱) اختلاف الماھیۃ (۲) اختلاف الاصل

(۳) اختلاف المقاصد (۴) زیادۃ الصنعۃ

(۵) اختلاف الصنعۃ (۶) اختلاف النضج فی الثمار

(فقہ البیوع علی المذاھب الاربعۃ، ۲/۶۶۷ تا ۶۷۰، ط: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۱) اس تفصیل اور حصر سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ جو حضرات مختلف مما لک کی کرنسیوں کے مختلف الجنس ہونے کا سبب ان میں باہم ''وحدتِ نسبت کا فقدان'' قرار دیتے ہیں، ان لوگوں کی یہ بات بلا دلیل ہے کیونکہ مندرجہ بالا اسبابِ ستہ میں سے یہ سبب کسی مذہب میں بھی نہیں، ورنہ اس وقت کے اہم موضوع (کرنسی میں اختلافِ جنس پر بحث ومباحثہ) کی شہرت کے پیشِ نظر اس جدید کتاب میں ضرور ذکر کیا جاتا۔ اذ لیس فلیس۔

(۲) دوسری بات جو معلوم ہوئی وہ یہ کہ فقہِ حنفی اور اس کتاب میں تعارض

ہے، اس کتاب میں چھ اسباب ذکر کیے گئے ہیں جبکہ فقہِ حنفی میں بجائے چھ کے تین اسباب کا ذکر ہے جن کی تفصیلی عبارات پہلے لکھی جا چکی ہیں۔ اور وہ اسبابِ ثلاثہ یہ ہیں:

(۱) اختلافِ اصل (۲) اختلافِ وصف (۳) اختلافِ مقصد

حلِ تعارض:

اس کتاب میں ''اختلافِ ماہیۃ''...... ''اختلافِ زیادتِ صنعت''...... ''اختلافِ صنعت'' اور ''اختلاف النضج فی الثمار'' ...... مستقل اسباب قرار دیے گئے ہیں، حالانکہ یہ مستقل اسباب نہیں، ان میں سے ''اختلافِ زیادتِ صنعت'' اور ''اختلافِ صنعت'' ...... ''تبدلِ وصف'' میں داخل اور اس کی دوسری تعبیر ہے۔ نیز ''اختلافِ صنعت'' کی بعض صورتیں اختلافِ مقصد میں بھی داخل ہیں۔

''اختلاف الماھیۃ'' اور ''اختلاف النضج فی الثمار'' ...... ''اختلافِ مقصد'' میں داخل اور اس کی دوسری تعبیر ہے۔ حقیقت اور نفس الامر میں ''اسبابِ اختلافِ جنس'' صرف تین ہی ہیں، لہٰذا صرف تعبیر کے فرق سے ان پر مزید تین کا اضافہ کرنا بلا فائدہ اور حکم کے اعتبار سے غیر مفید ہے اور حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ''حصر فی الثلاثۃ'' کی بلا معتد بہا فائدہ مخالفت ہے۔

رہا یہ سوال کہ یہ چار مستقل اور بالذات ''اسبابِ اختلافِ جنس'' نہیں تو کیوں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ درج ذیل وجوہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ مستقل بالذات اسباب نہیں:

(وجہ نمبر۱) ''اختلافِ صنعت'' اور ''زیادتِ صنعت'' اگر بذاتِ خود مستقلاً

''اختلافِ جنس'' کا سبب ہوتے تو ہر جگہ ان میں سے ہر ایک کے تحقق سے ''اختلافِ جنس'' کا تحقق ہوتا جبکہ خارج اور واقع میں ایسا نہیں ہے۔

دیکھیے! ''حنطہ اور دقیق'' میں ''صنعت وزیادتِ صنعت'' کا تحقق ہے پھر بھی ''حنطہ اور دقیق'' جنسِ واحد ہیں اور اسی ''وحدتِ جنسیہ'' کی وجہ سے ان کی آپس کی بیع اور مبادلہ میں تماثل واجب ہے اور چونکہ پیمانے کے ذریعے ان میں تماثل ممکن ہی نہیں اس لیے حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ ان دونوں کی آپس میں ایک دوسرے کے مقابلے میں پیمانے کے ذریعے بیع کرنا ناجائز اور حرام ہے...........البتہ جب یہ دونوں (صنعت و زیادتِ صنعت) ''اختلافِ مقصد'' یا ''اختلافِ صفت'' کا سبب بنیں تو پھر اس کی وجہ سے ''اختلافِ جنس'' کا تحقق ہوگا، جیسے ''دقیق اور خبز'' میں ''وصف'' اور ''ثوبِ ہروی ومروی'' میں ''مقصد'' بدلنے کی وجہ سے یہ مختلف جنس ہو گئے تو گویا بالذات والاستقلال سبب...... ''اختلافِ وصف اور اختلافِ مقصد'' ہی ہے نہ کہ ''اختلافِ صنعت وزیادتِ صنعت''۔

(وجہ نمبر۲) ''العنایۃ'' کی تفصیل کہ ''صنعت'' کبھی جنسِ واحد کو مختلف اجناس بنا دیتی ہے اور کبھی اجناسِ مختلفہ کو جنسِ واحد بنا دیتی ہے، بھی اس کی واضح دلیل ہے کہ ''صنعت'' بذاتِ خود مستقلاً ''اختلافِ جنس'' کا سبب نہیں ورنہ کبھی بھی ''اتحادِ جنس'' کا سبب نہ بنتا۔

قال العلامة المرغيناني رحمه الله تعالى : وكذلك ألبان البقر والغنم وعن الشافعي رحمه الله لا يجوز لأنها جنس واحد لاتحاد المقصود .ولنا أن الأصول مختلفة حتى لا يكمل نصاب

أحدهما بالآخر فى الزكاة فكذا أجزاؤها إذا لم تتبدل بالصنعة .

قال العلامة البابرتى رحمه الله تعالى : (قوله : إذا لم تتبدل بالصنعة) قيل مراده أن اتحاد الأصول يوجب اتحاد الفروع والأجزاء إذا لم تتبدل بالصنعة فإذا تبدلت الأجزاء بالصنعة تكون مختلفة وإن كان الأصل متحدا كالهروى والمروى وفيه نظر ؛ لأن كلامه فى اختلاف الأصول لا فى اتحادها فكأنه يقول : اختلاف الأصول يوجب اختلاف الأجزاء إذا لم تتبدل بالصنعة وأما إذا تبدلت فلا توجبه وإنما توجب الاتحاد فإن الصنعة كما تؤثر فى تغير الأجناس مع اتحاد الأصل كالهروى مع المروى مع اتحادهما فى الأصل وهو القطن كذلك تؤثر فى اتحادها مع اختلاف الأصل كالدراهم المغشوشة المختلفة الغش مثل الحديد والرصاص إذا كانت الفضة غالبة فإنها متحدة فى الحكم بالصنعة مع اختلاف الأصول .

(العناية بهامش فتح القدير،۷/ ۳۴،۳۵،ط:رشيدية)

(وجہ نمبر۳) ''تبیین الحقائق'' کی عبارت میں ''تبدل بالصنعۃ'' کی جو امثلہ دی ہیں ان سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ ''صنعت'' کے ذریعے وصف یا مقصد کی تبدیلی ضروری ہے ورنہ، نہ اختلافِ جنس کا سبب بنے گی اور نہ اختلافِ جنس ثابت ہوگا، نیز ''تبدل'' کا لفظ بھی بتا رہا ہے کہ نفسِ ''صنعت''......بدون تبدل المقصد او الوصف......اختلافِ جنس کے لیے کافی نہیں۔

قال العلامة الزيلعى رحمه الله تعالىٰ : قال رحمه الله واللحوم المختلفة بعضها ببعض متفاضلا ولبن البقر والغنم وخل الدقل بخل العنب وقال الشافعى : لا يجوز ؛ لأنه جنس واحد لاتحاد الاسم والصورة والمقصود ولنا أن أصولها أجناس مختلفة حتى

لا يضم بعضها إلى بعض فى الزكاة وأسماؤها أيضا مختلفة باعتبار الإضافة كدقيق البر والشعير والمقصود أيضا مختلف فبعض الناس يرغب فى بعضها دون بعض وقد يضره البعض وينفعه غيره والمعتبر فى الاتحاد فى المعنى الخاص دون العام ولو اعتبر العام لما جاز بيع شىء بشىء أصلا بخلاف لحم الجاموس والبقر أو لبنهما أو لحم المعز والضأن أو لبنهما أو لحم العراب والبخاتى حيث لا يجوز بيع أحدهما بالآخر متفاضلا ؛ لأنهما جنس واحد حتى يضم أحدهما إلى الآخر فى تكميل النصاب فى الزكاة فكذا أجزاؤهما ما لم يختلف المقصود كشعر المعز وصوف الضأن أو لم يتبدل بالصنعة ؛ لأن بالتبدل تختلف المقاصد ولهذا جاز بيع الخبز بالحنطة متفاضلا وكذا بيع الزيت المطبوخ بغير المطبوخ أو الدهن المربى بالبنفسج بغير المربى منه متفاضلا وإنما جاز بيع لحم الطير بعضه ببعض متفاضلا وإن كان من جنس واحد ولم يتبدل بالصنعة لكونه غير موزون عادة فلم يكن مقدرا فلم توجد العلة فحاصله أن الاختلاف باختلاف الأصل أو المقصود أو بتبدل الصنعة. (تبيين الحقائق ۴/ ۴۶۶،۴۶۷،ط: رشيديه)

(وجہ نمبر۴) علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ''زیادتِ صنعت''......''تبدلِ وصف'' کا دوسرا نام اور تعبیر ہے، جس کو بعض حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا ہے، یہ تبدلِ وصف سے جدا الگ سبب نہیں ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : قوله: أو بتبدل الصفة كالخبز مع الحنطة والزيت المطيب بغير المطيب و عبارة الفتح: وزيادة الصنعة.(الشامية ۵/ ۱۸۳،ط: سعيد)

تنبیہ : ''تبیین الحقائق'' کی عبارت میں دی ہوئی امثلہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ''صنعت اور زیادتِ صنعت'' دونوں ایک چیز ہیں ان میں ایسا کوئی بنیادی اور مفید فرق نہیں ہے جس کی وجہ سے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا جائے۔

ان امثلہ میں سے ''بیع الخبز بالحنطۃ'' .... ''بیع الزیت المطبوخ بغیر المطبوخ'' .... ''بیع الدہن المربی بالبنفسج بغیر المربی منہ'' ......ان سب مثالوں میں بظاہر ''زیادتِ صنعت'' ہے جبکہ یہاں ''تبیین'' میں ''اختلافِ صنعت'' کے لیے یہ مثالیں پیش کی گئی ہیں جس سے معلوم ہوا کہ دونوں کا حاصل ایک ہے۔

کتاب ''فقہ البیوع علی المذاہب الاربعۃ'' کی ایک عبارت پر تبصرہ:

۲۹۹— زيادة الصنعة:

وقد يكون اصل الشيئين واحدا ولكن فى احدهما زيادة الصنعة مثل الخبز مع الدقيق فان الخبز اصله دقيق ، ولكن دخلت فيها الصنعة بما افردت له اسما، وصار عدديا، فصارا جنسين كما فى فتح القدير، والظاهر أن مذهب مالك رحمه الله تعالىٰ مثله فى اختلافِ الجنس باختلاف الصنعة، فانه جاء فى المدنة: "لا باس بالسويق والدقيق او بالحنطة متفاضلا، لصنعة فى ذلك" غير ان جمهور الحنفية لا يجيزون بيع الحنطة بالدقيق لسبب آخر، وهو عدم امكان التماثل ،كما سياتى ان شاء الله تعالى.

(فقه البيوع على المذاهب الاربعة ۲/۶۶۹،ط:مكتبه معارف القرآن)

تبصرہ : مندرجہ بالا عبارت میں عنوان ''زیادۃ الصنعۃ'' کے تحت اس کے ثبوت کے لیے ''خبز مع الدقیق'' کی مثال دے کر اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ یہاں ''صنعت'' کی وجہ سے نام اور وصف جدا ہو گیا، پہلے ''خبز'' وزنی یا

کیلی تھا، ''صنعت'' نے اس کو عددی بنا کر اس کا وصف تبدیل کر دیا لہٰذا یہ دو جنس بن گئے۔ چنانچہ لکھا گیا ہے:

فان الخبز اصله دقيق،ولكن دخلت فيها الصنعة بما افردت له اسما، وصار عدديا، فصارا جنسين............

اس کے بعد امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب بھی اس طرح ہی بیان فرمایا گیا ہے کہ ان کے ہاں بھی ''اختلافِ صنعت'' سے جنس مختلف ہو جاتی ہے، پھر ان کے مذہب پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ان کے نزدیک ''سویق، دقیق اور حنطۃ'' کو آپس میں متفاضلاً بیچنا جائز ہے اس لیے کہ صنعت کے اختلاف کی وجہ سے مختلف جنس بن گئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

كما فى فتح القدير، والظاهر أن مذهب مالك رحمه الله تعالىٰ مثله فى اختلافِ الجنس باختلاف الصنعة، فانه جاء فى المدونة: "لا باس بالسويق والدقيق او بالحنطة متفاضلا، لصنعة فى ذلك.

اس کے بعد لکھتے ہیں:

غير ان جمهور الحنفية لا يجيزون بيع الحنطة بالدقيق لسبب آخر، وهو عدم امكان التماثل ،كما سياتى ان شاء الله تعالى.

(فقه البيوع على المذاهب الاربعة ۲/۶۶۹،ط:مكتبه معارف القرآن)

اس عبارت میں '' لسبب آخر الخ '' سے ''اختلافِ صنعت وزیادتِ صنعت'' کے مطلقاً اور مستقلاً سبب نہ ہونے کی بات سے اغماض ہے، اس کے سوا اس کا کوئی فائدہ نہیں ......کیوں کہ اختلافِ جنس کی صورت میں جب تماثل ضروری ہی نہیں تو عدمِ امکانِ تماثل اس کے عدمِ جواز کا سبب کیسے بنا؟ ایسی صورت میں تو قصداً تماثل کو چھوڑ کر تفاضلاً بیع کرنا بھی جائز ہے۔

یہاں یہ وضاحت اور تفصیل ضروری تھی کہ صراحت کے ساتھ بیان کیا جاتا کہ مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذہب میں ''اختلافِ صنعت'' ...... ''اختلافِ جنس'' کا سبب ہے مطلقاً......اس لیے مالکیہ کے ہاں ''دقیق'' کو...... ''خبز'' ......اور...... ''حنطۃ'' ......دونوں کے مبادلہ میں تفاضلاً بیچنا جائز ہے اور احناف علیہم الرحمۃ کے نزدیک چونکہ ''صنعت''، مستقل اور بالذات اختلافِ جنس کا سبب نہیں......لہٰذا جہاں ''صنعت'' سے وصف یا مقصد بدل جائے گا وہاں جنس مختلف ہوکر تفاضل جائز ہوگا، جیسے ''دقیق مع الخبز'' میں...... ''خبز'' عددی بن کر وصف بدل گیا۔اور جہاں وصف یا مقصد پورے طور پر یقیناً نہیں بدلتا تو وہاں من وجہٍ جنسیت باقی رہتی ہے اور اس من وجہٍ جنسیت کے بقاء کی وجہ سے ان میں تفاضل جائز نہیں ہوتا جیسے حنطۃ اور دقیق کہ ان میں من وجہٍ جنسیت باقی ہے اس لیے تفاضل ناجائز اور تماثل لازم ہے اور چونکہ تماثل یہاں ممکن نہیں اس لیے ان کے آپس کا مبادلہ جائز نہیں اور اسی بات کی طرف ''**سیأتی**......'' سے اشارہ کیا گیا ہے اور یہی بات آگے صفحہ: ۶۷۹/۲ پر اسی وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔

جواب ۲ : قوتِ خرید کا ایسا تفاوت اور اختلاف جس میں نسبت ایک نہیں رہتی، کو اختلافِ جنس کے سبب قرار دینے میں فرقۂ اباحیہ کی تائید اور سود کا دروازہ کھولنا ہے کیوں کہ کھجور کی مختلف انواع اور اقسام میں قوتِ خرید کے اعتبار سے تفاوت ہے اور یہ تفاوت ہمیشہ ایک نہیں رہتا بلکہ بدلتا رہتا ہے، اب اگر کوئی اس دلیل کو مان کر کہے کہ آپ ﷺ نے جن کھجوروں میں فضل اور زیادتی کو ربا اور سود فرمایا ہے یہ ان کھجوروں میں ہے جن کے انواع اور اقسام میں یا تو قوتِ خرید کے

اعتبار سے تفاوت ہی نہ ہو اور اگر ہو تو وہ تفاوت ہمیشہ کے لیے یکساں ہو، ہمیشہ اس کی نسبت ایک ہی رہے، بدلتی نہ ہو لہٰذا جہاں وحدتِ نسبت نہیں ہے وہاں کھجور کے بدلے میں کھجور تفاضل اور زیادتی کے ساتھ خریدنا وحدتِ جنس نہ ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

اسی طرح گندم، نمک، جَو وغیرہ کی مختلف انواع واقسام میں بھی اس دلیل کو جاری کر دیا جائے گا اور تفاضل کو جائز کہا جائے گا اور کرنسی کے ساتھ اس دلیل کو خاص نہیں سمجھا جائے گا بلکہ منصوص اشیاء میں بھی جاری کیا جائے گا، کیونکہ نص بھی معقول المعنیٰ ہے نہ کہ تعبدی۔

جواب ۳ : جب کرنسی کی اصلیت کا مدار قوتِ خرید اور ثمنیت تسلیم کر لیا گیا تو اب ''**جیدھا وردیھا سواء**'' کی نص کے ہوتے ہوئے مختلف ممالک کی کرنسیوں کو قوتِ خرید میں کمی، زیادتی...... یا نسبت میں کمی زیادتی کی وجہ سے اجناسِ مختلفہ شمار کرنا کیونکر درست ہوگا؟ جبکہ اصل اور نفس قوتِ خرید میں سب کرنسیاں برابر ہیں۔دیکھیے! گندم، کھجور، جو، کشمش وغیرہ کی قوتِ خرید میں اور مختلف انواع کی آپس کی نسبتوں میں کمی، زیادتی (اتار چڑھاؤ) مسلم ہے، پھر بھی ''**جیدھا وردیھا سواء**'' کی نص کی وجہ سے اجماعاً جنسِ واحد ہیں اور اتار، چڑھاؤ کا ان میں اعتبار نہیں۔

لہٰذا کرنسیوں میں بھی اتحادِ اصل کے بعد اتار چڑھاؤ کا اعتبار نہ ہوگا اور اس کے باوجود بھی یہ جنسِ واحد رہیں گی۔اگر کوئی گندم وغیرہ منصوص اشیاء اور غیر منصوص مثلاً چاول، چنا، باجرہ اور کرنسی وغیرہ میں فرق کا قائل ہے تو دلیلِ فرق پیش کی جائے۔

کرنسی سے متعلق دو اشکالات

اشکال نمبر ۱: مروجہ کرنسیوں میں اگر چہ جنس تو ایک ہوتی ہے لیکن قدر ایک نہیں ہوتی کیونکہ مروجہ کرنسی کیلی یا وزنی نہیں ہے، بلکہ عددی ہے، لہٰذا مروجہ کرنسیوں میں تفاضل جائز ہونا چاہیے، جبکہ ان میں تفاضل جائز نہیں۔

جواب: یہ ہے کہ کرنسیاں آپس میں امثال متساویہ ہیں، یعنی قوتِ خرید اور قیمت میں سب برابر ہیں، کسی نوٹ کے نئے یا پرانے ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت میں فرق نہیں آتا اور جب یہ ثابت ہے کہ کرنسیاں قوتِ خرید میں برابر ہیں اور یہ ان اشیاء میں سے ہیں جن میں اوصاف کا اعتبار نہیں ہوتا، تو اب ایک روپیہ کو دو روپے کے عوض فروخت کرنا جائز نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں یقیناً دو روپے میں سے ایک روپیہ بلا کسی عوض دوسرے کے پاس جائے گا، اور یہ ربا ہے۔

ہاں وہ اشیاء جن میں اوصاف کا اعتبار ہوتا ہے جیسے برتن کہ ان میں اوصاف کا اعتبار ہوتا ہے تو ان میں سے ایک برتن کے عوض میں دو برتن لینا جائز ہے۔ کیونکہ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک برتن میں کوئی ایسی خوبی ہے جو دو برتنوں میں نہیں اور اس خوبی کے عوض دوسرا زائد برتن آیا، گویا ایک اصل برتن کے عوض میں آیا اور دوسرا خوبی کے عوض آیا، پس یہاں کوئی برتن بلا کسی عوض کے نہیں رہا اس لیے یہ زیادتی ربا نہیں۔

نقود اور کرنسیوں میں چونکہ اوصاف کا اعتبار نہیں ہوتا لہٰذا ان میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایک روپیہ میں کوئی ایسی خوبی ہے جو دو میں نہیں اور زائد روپیہ اس خوبی کے مقابلے میں ہے۔

الحاصل: دو ہم جنس چیزوں میں بوقتِ مبادلہ حرمتِ تفاضل کے لیے کن

صورتوں میں قدر شرط ہے اور کن صورتوں میں نہیں؟ اس کی کل تین صورتیں ہیں:

(۱) جن چیزوں میں صفت کا اعتبار ہے (جیدھا وردیھا سواء نہیں) ......جیسے ایک جنس کے کئی برتن۔

(۲) جن میں صفت کا اعتبار نہیں اور امثالِ متساویہ میں سے بھی نہیں......جیسے گندم اور آٹا۔

(۳) جن میں صفت کا اعتبار نہیں اور امثالِ متساویہ ہیں......جیسے کرنسی۔

پہلی دو صورتوں میں حرمتِ تفاضل کے لیے قدر شرط ہے اور آخری صورت میں حرمتِ تفاضل کے لیے قدر شرط نہیں بغیر قدر کے اس میں تفاضل حرام ہے۔

قال العلامة البابرتی رحمه الله تعالیٰ: وَيَجُوزُ بَيعُ الفَلسِ بِالفَلسَينِ بِأَعيَانِهِمَا إلَخ.... بَيعُ الفَلسِ بِجِنسِهِ مُتَفَاضِلًا عَلَى أَوجُهٍ أَربَعَةٍ: بَيعُ فَلسٍ بِغَيرِ عَينِهِ بِفَلسَينِ بِغَيرِ أَعيَانِهِمَا. وَ بَيعُ فَلسٍ بِعَينِهِ بِفَلسَينِ بِغَيرِ أَعيَانِهِمَا. وَ بَيعُ فَلسٍ بِغَيرِ عَينِهِ بِفَلسَينِ بِأَعيَانِهِمَا. وَ بَيعُ فَلسٍ بِعَينِهِ بِفَلسَينِ بِأَعيَانِهِمَا. وَ الكُلُّ فَاسِدٌ سِوَى الوَجهِ الرَّابِعِ. أَمَّا الأَوَّلُ فَلِأَنَّ الفُلُوسَ الرَّائِجَةَ أَمثَالٌ مُتَسَاوِيَةٌ قَطعًا لِاصطِلَاحِ النَّاسِ عَلَى إهدَارِ قِيمَةِ الجَودَةِ مِنهَا فَيَكُونُ أَحَدُ الفَلسَينِ فَضلًا خَالِيًا عَنِ العِوَضِ مَشرُوطًا فِي العَقدِ وَ هُوَ الرِّبَا. وَ أَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّهُ لَو جَازَ أَمسَكَ البَائِعُ الفَلسَ المُعَيَّنَ وَ طَلَبَ الآخَرَ وَ هُوَ فَضلٌ خَالٍ عَنِ العِوَضِ. وَ أَمَّا الثَّالِثُ فَلِأَنَّهُ لَو جَازَ، قَبَضَ البَائِعُ لِلفَلسَينِ وَ رَدَّ إلَيهِ أَحَدَهُمَا مَكَانَ مَا استَوجَبَهُ فِي ذِمَّتِهِ فَيَبقَى الآخَرُ لَهُ بِلَا عِوَضٍ. وَ أَمَّا الوَجهُ الرَّابِعُ فَجَوَّزَهُ أَبُو حَنِيفَةَ وَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تعالیٰ. وَ قَالَ مُحَمَّدٌ

رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالىٰ : لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّ الثَّمَنِيَّةَ فِي الفلسِ تَثبُتُ بِاصطِلَاحِ الكُلِّ وَ مَا يَثبُتُ بِاصطِلَاحِ الكُلِّ لَا يَبطُلُ بِاصطِلَاحِهِمَا لِعَدَمِ وِلَايَتِهِمَا عَلَى غَيرِهِمَا فَبَقِيَت أَثمَانًا وَ هِيَ لَا تَتَعَيَّنُ بِالِاتِّفَاقِ فَلَا فَرقَ بَينَهُ وَ بَينَ مَا إِذَا كَانَا بِغَيرِ أَعيَانِهِمَا وَ صَارَ كَبَيعِ الدِّرهَمِ بِالدِّرهَمَينِ. وَ بِهَذَا يَتَبَيَّنُ أَنَّ الفُلُوسَ الرَّائِجَةَ مَا دَامَت رَائِجَةً لَا تَتَعَيَّنُ بِالتَّعيِينِ حَتَّى لَو قُوبِلَت بِخِلَافِ جِنسِهَا كَمَا إِذَا اشتَرَى ثَوبًا بِفُلُوسٍ مُعَيَّنَةٍ فَهَلَكَت قَبلَ التَّسلِيمِ لَم يَبطُل العَقدُ كَالذَّهَبِ وَ الفِضَّةِ. (العناية ۷/۲۰، ط: رشيدية)

وقال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : وَ كَذَا إِذَا تَبَايَعَا فَلسًا بِعَينِهِ بِفَلسٍ بِعَينِهِ فَالفَلسَانِ لَا يَتَعَيَّنَانِ وَ إِن عُيِّنَا إِلَّا أَنَّ القَبضَ فِي المَجلِسِ شَرطٌ حَتَّى يَبطُلَ (ای عقد البيع) بِتَركِ التَّقَابُضِ فِي المَجلِسِ لِكَونِهِ افتِرَاقًا عَن دَينٍ بِدَينٍ. وَ لَو قَبَضَ أَحَدَ البَدَلَينِ فِي المَجلِسِ فَافتَرَقَا قَبلَ قَبضِ الآخَرِ ذَكَرَ الكَرخِيُّ أَنَّهُ لَا يَبطُلُ العَقدُ؛ لِأَنَّ اشتِرَاطَ القَبضِ مِنَ الجَانِبَينِ مِن خَصَائِصِ الصَّرفِ وَ هَذَا لَيسَ بِصَرفٍ فَيُكتَفَى فِيهِ بِالقَبضِ مِن أَحَدِ الجَانِبَينِ؛ لِأَنَّ بِهِ يَخرُجُ عَن كَونِهِ افتِرَاقًا عَن دَينٍ بِدَينٍ وَ ذَكَرَ فِي بَعضِ شُرُوحِ مُختَصَرِ الطَّحَاوِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ يَبطُلُ لَا لِكَونِهِ صَرفًا بَل لِتَمَكُّنِ رِبَا النَّسَاءِ فِيهِ لِوُجُودِ أَحَدِ وَصفَي عِلَّةِ رِبَا الفَضلِ وَ هُوَ الجِنسُ وَ هُوَ الصَّحِيحُ. (بدائع الصنائع ۵/۲۳۷، ط: ایچ ایم سعید)

اشکال نمبر ۲: حدیث "الحنطة بالحنطة" الخ میں یداً بید کا مطلب عوضین کی تعیین فی المجلس ہے، تقابض فی المجلس نہیں، تو نقود اور کرنسی میں تقابض کیوں ضروری ہے؟ اور تعیین فی المجلس کافی کیوں نہیں؟

جواب: چونکہ نقود میں بدوں تقابض تعیین ممکن ہی نہیں، اس لئے تقابض کی شرط ضروری قرار دی گئی ہے، برخلاف اشیائے ستہ ومثلہا کے، کہ وہاں بدوں قبض بھی تعیین ہو سکتی ہے۔

قال في العناية : وَ بِهَذَا يَتَبَيَّنُ أَنَّ الفُلُوسَ الرَّائِجَةَ مَا دَامَت رَائِجَةً لَا تَتَعَيَّنُ بِالتَّعيِينِ حَتَّى لَو قُوبِلَت بِخِلَافِ جِنسِهَا كَمَا إِذَا اشتَرَى ثَوبًا بِفُلُوسٍ مُعَيَّنَةٍ فَهَلَكَت قَبلَ التَّسلِيمِ لَم يَبطُل العَقدُ كَالذَّهَبِ وَ الفِضَّةِ. (العناية ۷/۲۰، ط: رشيدية)

وقال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : وَ كَذَا إِذَا تَبَايَعَا فَلسًا بِعَينِهِ بِفَلسٍ بِعَينِهِ فَالفَلسَانِ لَا يَتَعَيَّنَانِ وَ إِن عُيِّنَا إِلَّا أَنَّ القَبضَ فِي المَجلِسِ شَرطٌ حَتَّى يَبطُلَ بِتَركِ التَّقَابُضِ فِي المَجلِسِ لِكَونِهِ افتِرَاقًا عَن دَينٍ بِدَينٍ. وَ لَو قَبَضَ أَحَدَ البَدَلَينِ فِي المَجلِسِ فَافتَرَقَا قَبلَ قَبضِ الآخَرِ ذَكَرَ الكَرخِيُّ أَنَّهُ لَا يَبطُلُ العَقدُ؛ لِأَنَّ اشتِرَاطَ القَبضِ مِنَ الجَانِبَينِ مِن خَصَائِصِ الصَّرفِ وَ هَذَا لَيسَ بِصَرفٍ فَيُكتَفَى فِيهِ بِالقَبضِ مِن أَحَدِ الجَانِبَينِ؛ لِأَنَّ بِهِ يَخرُجُ عَن كَونِهِ افتِرَاقًا عَن دَينٍ بِدَينٍ وَ ذَكَرَ فِي بَعضِ شُرُوحِ مُختَصَرِ الطَّحَاوِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ يَبطُلُ لَا لِكَونِهِ صَرفًا بَل لِتَمَكُّنِ رِبَا النَّسَاءِ فِيهِ لِوُجُودِ أَحَدِ وَصفَي عِلَّةِ رِبَا الفَضلِ وَ هُوَ الجِنسُ وَ هُوَ الصَّحِيحُ. (بدائع الصنائع ۵/۲۳۷، ط: ایچ ایم سعید)

کرنسی سے متعلق چند اہم اور ضروری مسائل

(۱) ملکی کرنسی کے مبادلے کی مختلف صورتیں اور مسائل :

مسئلہ نمبر ۱ : جس طرح ملکی کرنسی میں بوقتِ مبادلہ زیادتی اور ادھار ناجائز ہے اسی طرح دوسرے ملکوں کی کرنسیوں کے ساتھ بھی بوقتِ مبادلہ زیادتی اور ادھار ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ : ملکی کرنسی کے چھوٹے نوٹوں اور سکوں کا بڑے نوٹوں کے ساتھ کمی وزیادتی اور ادھار کے ساتھ مبادلہ ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ : زید نے سو کے نوٹ کا عمرو کے ساتھ مبادلہ اس طرح کیا کہ زید نے سو روپے کا نوٹ دیا اور عمرو نے دس کے دس نوٹ دیے اور ہر ایک نے مجلسِ معاملہ میں رقم پر قبضہ بھی کیا، تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ٤ : زید کے پاس سو کا ایک نوٹ ہے اور عمرو کے پاس دس کے دس نوٹ ہیں، اب دونوں نے آپس میں اسی طرح مبادلہ کیا کہ زید نے سو روپے کا نوٹ دیا اور عمرو نے اس کو دس کے دس نوٹ دے دیے البتہ عمرو نے یہ شرط لگادی کہ میں دس کے دس نوٹ یا ان میں سے پانچ نوٹ ایک دن کے بعد دوں گا تو یہ مبادلہ ربا النَّساء کی وجہ سے ناجائز اور سود ہے۔

مسئلہ نمبر ۵ : زید کے پاس سو کا نوٹ ہے اور عمرو کے پاس دس کے دس نوٹ ہیں، دونوں نے آپس میں اس طرح مبادلہ کیا کہ زید نے سو کا نوٹ دیا اور عمرو نے دس کے نو نوٹ دیے اور مجلس عقد میں عوضین پر قبضہ بھی کیا۔

مبادلہ کی یہ صورت ناجائز اور ''ربا الفضل'' کی وجہ سے سود اور حرام ہے۔

مسئلہ نمبر ٦ : زید اور عمرو نے آپس میں یہ طے کیا کہ عمرو زید کے سو

کے نوٹ کے عوض میں دس کے گیارہ نوٹ دے گا پھر دونوں نے مجلس عقد میں عوضین پر قبضہ بھی کیا۔

یہ صورت ناجائز، حرام اور صریح سود ہے۔

مسئلہ نمبر ۷ : زید نے عمرو کو پانچ ہزار کا نوٹ بطورِ قرض دے کر کہا کہ ایک گھنٹے یا دو گھنٹے کے بعد یا ایک دن یا دو دن کے بعد میرا یہ قرض ایک ایک ہزار کے پانچ نوٹ کی صورت میں ادا کرے تو یہ جائز ہے البتہ عمرو کو ایک ہزار کے پانچ نوٹوں کی ادائیگی پر مجبور کرنا جائز نہیں۔ اس کو اختیار ہے کہ ہزار کے پانچ نوٹوں سے ادا کرے یا پانچ ہزار کے ایک نوٹ سے یا سو کے پچاس نوٹوں سے وغیرہ وغیرہ۔

مسئلہ نمبر ۸ : زید کے پاس ایک لاکھ پاکستانی کرنسی کی حوالہ کی پرچی ہے اس نے عمرو سے کہا کہ اس پرچی کے عوض مجھے ایک لاکھ نقد پاکستانی کرنسی دے دو اس نے کہا ٹھیک ہے اور پھر اسی مجلس میں ہر ایک نے عوض پر قبضہ بھی کرلیا۔

یہ صورت بھی ربا النَّساء کی وجہ سے ناجائز، حرام اور سود ہے، کیونکہ جس طرح بینک کا چیک مال نہیں اسی طرح حوالہ کی پرچی بھی بذاتِ خود مال نہیں، بلکہ رسیدِ مال ہے تو گویا چیک اور حوالے کی پرچی کی طرف سے عوض ادھار ہے اور اسی کو ربا النَّساء کہتے ہیں، البتہ اگر ایک لاکھ قرض دے کر بطورِ وثیقہ حوالے کی پرچی دے دے تو یہ صورت جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۹ : زید کے پاس پانچ لاکھ پاکستانی کرنسی کا بینک چیک یا حوالے کی پرچی ہے اس نے عمرو سے کہا کہ مجھ سے چار لاکھ اسی ہزار نقد کرنسی کے عوض خرید لو، عمرو نے خرید لیا اور اسی مجلس میں چار لاکھ اسی ہزار روپے پکڑا دیے اور بینک چیک یا حوالے کی پرچی لے لی۔

یہ صورت بھی ناجائز، حرام اور صریح سود ہے۔ اس میں ربا الفضل اور ربا النساء دونوں موجود ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۰: عبدالرب نے امیر جان حوالے والے سے بیس لاکھ حوالے کی پرچی لے کر مطیع اللہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے بین الاقوامی ریٹ کے مطابق اس پرچی کے مقابلے میں دراہم کی حوالے کی پرچی دے دینا، تاکہ میں دبئی میں اس پرچی پر آپ کے وکیل سے یہ رقم وصول کرلوں۔

یہ صورت ناجائز، حرام اور سود ہے۔ اس میں بیع الکالی بالکالی اور ربا النساء دونوں پائے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۱: عبدالرب نے ایک کروڑ پاکستانی کرنسی کا چیک جس کی وصولی کی تاریخ پندرہ دن بعد ہے امیر جان عمر خیلی حوالے والے کے پاس جمع کر کے اس سے مندرجہ ذیل باتوں میں سے کوئی بات طے کی:

(۱) بین الاقوامی ریٹ کے مطابق آج کے دن اس کے ڈالر متعین کیے اور پرچی میں لکھ کر دے دیے تاکہ دس پندرہ دن بعد جاپان میں حوالہ والے کے وکیل سے وصول کیا جائے۔

(۲) یہ چیک لے لو اور جاپان میں دس دن کے بعد وصولی کے دن جو ریٹ ہوگا اس کے مطابق آپ کے وکیل سے ڈالر کا تعین کر کے وصول کرلوں گا، ابھی مجھے حوالے کی پرچی پاکستانی کرنسی کی مقدار سے بنا کر دیدو۔

(۳) ابھی یہ چیک لے لو اور وصولی کے دن سے پہلے اور آج کے دن کے بعد دس دن کے اندر جو ریٹ مجھے پسند آیا اس کے مطابق کا تعین کر کے آپ سے اس کے ڈالر وصول کروں گا۔

(۴) ابھی چیک لے لو اور آج کے ریٹ کے مطابق مجھے ڈالر ابھی یہاں پاکستان میں دیدو۔

(۵) یہ چیک لے لو اس میں جو پاکستانی روپے ہیں وہ ابھی مجھے دے دو۔

یہ پانچوں صورتیں ناجائز ہیں۔ البتہ آخری دو صورتوں میں اگر ڈالر اور پاکستانی روپیہ بطورِ قرض دیے اور یہ کہا کہ جب چیک کیش کروں گا تو اس وقت مقاصہ کریں گے تو یہ صورت جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲: عبدالرب نے عمر خیلی حوالے والے کے پاس دو لاکھ کراچی میں جمع کر کے کہا کہ پشاور میں میرے عزیز رضوان بھائی کو دے دو حوالہ والے نے کہا ٹھیک ہے البتہ پانچ سو روپے پہنچانے کی اجرت ہوگی۔

یہ معاملہ اور صورت جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳: عبدالرب نے عمر خیلی کے پاس دس ہزار کا ایسا بینک چیک جو ایک دو دن میں کیش ہونے والا تھا لے جا کر کہا کہ ابھی پشاور میں میرے بھائی کو پیسے دینا اور بعد میں چیک کیش کر کے اپنا پیسہ وصول کر لینا، عمر خیلی نے چیک لے کر اپنے وکیل کو فون کیا کہ پیسے دے دو۔

یہ صورت جائز ہے، کیوں کہ یہ دس ہزار بھیجنے والے کے ذمہ قرض ہوئے جو بعد میں بھیجنے والے کے چیک کے ذریعے وصول کرے گا۔ لیکن اس صورت میں اجرت کے نام سے رقم لینا حدیث **کل قرض جر منفعة فهو ربا** میں داخل اور سود وحرام ہے۔

مسئلہ نمبر ۱٤: عبدالرب نے عمر خیلی حوالے والے کو کراچی میں فون کیا کہ پشاور میں میرے بھائی کو ایک لاکھ روپے دے دو میں ایک دن بعد آپ کو یہ رقم

مع اجرتِ ترسیل واپس کردوں گا۔

ترسیل کی یہ صورت جائز ہے البتہ اجرت کے نام سے رقم لینا حدیث کل قرض جر منفعة فهو ربا میں داخل اور سود ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵ : زید کو ہزار روپے کے بینک چیک کے عوض میں سو روپے کے دس نوٹ کی ضرورت ہے اس نے عمرو سے کہا کہ ہزار کا چیک لے لو اور سو روپے کے دس نوٹ دیدو، عمرو نے چیک لے کر سو کے دس نوٹ اس کے عوض اسی مجلس میں دے دیے۔

یہ مبادلہ اور بیع بھی ناجائز، حرام اور ربا النساء کی وجہ سے سود ہے۔ البتہ اگر اس نے نقد بطور قرض دیا اور بعد میں چیک سے قرض وصول کیا تو جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶ : عبدالرب نے ایک کروڑ پاکستانی کرنسی امیر جان حوالے والے کے پاس بطورِ قرض رکھوادی ایک مہینے کے بعد عبدالرب نے عمر خیلی سے کہا کہ آپ مجھے ایک کروڑ کے عوض بین الاقوامی ریٹ کے مطابق جو ڈالر بنتے ہیں کی پرچی دے دو تا کہ میں جاپان میں آپ کے وکیل سے وصول کروں لیکن کرایہ وغیرہ کچھ نہیں دوں گا، امیر جان نے کہا آپ قرض ہمیشہ دیتے رہتے ہو لہٰذا آپ سے کرایہ نہیں لیتا اور ڈالر کی پرچی دے دی۔

یہ معاملہ بھی ناجائز، حرام اور سود ہے۔

(۲) مختلف ممالک کی کرنسیوں کے مبادلے کی مختلف صورتیں :

مسئلہ نمبر ۱ : زید کے پاس سعودیہ کے ریال ہیں اور عمرو کے پاس پاکستانی روپے، اب یہ آپس میں مبادلہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ معاملہ دو شرطوں کے

ساتھ جائز ہے: (۱) بین الاقوامی قیمت کے مطابق ہو۔

(۲) مجلس عقد میں عوضین پر قبضہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۲ : زید نے عمرو سے ساٹھ لاکھ پاکستانی کرنسی کے عوض بین الاقوامی ریٹ اور قیمت پر دو لاکھ ریال خرید لیے، سودا ہو جانے کے بعد عمرو نے کہا کہ یہ ساٹھ لاکھ پاکستانی میرے دوست عمر خیلی کو دینا اور زید نے کہا کہ یہ ریال میرے دوست عبدالرب کو دینا پھر فریقین نے ایسا ہی کیا۔

یہ معاملہ بیع الکالی بالکالی اور ربا النَّساء کی وجہ سے حرام، ناجائز اور سود ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ : زید نے دو لاکھ پاکستانی کرنسی کے عوض عمرو سے بین الاقوامی نرخ سے کم یا زیادہ پر ریال فون پر خرید لیے اس کے بعد ہر فریق نے دوسرے فریق کے وکیل کو رقم حوالے کی۔

یہ معاملہ بیع الکالی بالکالی، ربا الفضل اور ربا النَّساء کی وجہ سے حرام، ناجائز اور سود ہے۔

مسئلہ نمبر٤ : زید کے پاس ایک ہزار ریال ہیں جن کی بین الاقوامی قیمت ستائیس ہزار پاکستانی روپے ہیں، عمرو نے زید کو ستائیس ہزار پاکستانی دے کر اس سے ہزار ریال خرید لیے اور دونوں نے مجلسِ عقد میں کرنسی پر قبضہ بھی کر لیا۔

مبادلہ اور خرید وفروخت کا یہ معاملہ جائز ہے۔

مسئلہ نمبر٥ : زید کے پاس ایک ہزار ریال ہے جس کی بین الاقوامی قیمت ستائیس ہزار ہے لیکن زید عمرو سے جس کے پاس پاکستانی کرنسی ہے، سے کہتا ہے کہ آپ ہزار ریال کے بدلے میں اٹھائیس ہزار دیں گے یعنی بین الاقوامی ریٹ سے ایک ہزار روپے زیادہ دیں گے یا عمرو زید سے کہتا ہے کہ میں ایک ہزار ریال کے بدلے میں چھبیس ہزار روپے پاکستانی دوں گا یعنی بین الاقوامی ریٹ سے ایک

ہزار کم دوں گا اور قبضہ مجلس عقد میں ہو۔

یہ دونوں صورتیں ناجائز، حرام اور صریح سود ہیں۔

مسئلہ نمبر ۶ : زید کے پاس ایک ہزار ریال ہیں جن کی بین الاقوامی ریٹ ستائیس ہزار پاکستانی روپے ہیں اس نے عمرو کے ساتھ ستائیس ہزار پاکستانی کے عوض میں سودا کیا لیکن شرط یہ لگائی کہ عمرو ستائیس ہزار ابھی دے گا اور یہ یعنی زید ایک ہزار ریال ایک ہفتے کے بعد دے گا یا عمرو نے یہ شرط لگائی کہ زید ریال ابھی دے گا اور میں پاکستانی کرنسی پندرہ دن کے بعد دوں گا۔

یہ دونوں صورتیں بھی ناجائز، حرام اور ربا النساء کی وجہ سے صریح سود ہیں۔

مسئلہ نمبر ۷ : زید کے پاس سعودیہ کا ایک لاکھ ریال ہے اس نے ہنڈی والے سے کہا جو کہ سعودی میں تھا کہ ایک لاکھ ریال پر پاکستانی کرنسی کتنی دیں گے؟ اس نے کہا کہ عالمی ریٹ ستائیس روپے ہیں میں تم کو اٹھائیس دوں گا، زید نے راضی ہو کر اٹھائیس روپے کے ریٹ پر سودا کر لیا۔

یہ صورت ناجائز حرام اور سود ہے۔ اور اس کی واضح مثال یہ ہے کہ جیسے ایک آدمی سو روپے پاکستانی کے بدلے پاکستانی دس کے گیارہ نوٹ خریدے۔

مسئلہ نمبر ۸ : عبدالرب نے امیر جان کے پاس ایک کروڑ روپے جمع کیے ایک ماہ کے بعد عبدالرب نے کہا کہ مجھے ڈیڑھ کروڑ پاکستانی کرنسی نقد یا ڈیڑھ کروڑ پاکستانی روپے کے بدلے بین الاقوامی قیمت کے مطابق ڈالر نقد دیں، آپ کے پچاس لاکھ پاکستانی روپے میں بعد میں ادا کر دوں گا، اس نے دے دیے۔

یہ معاملہ جائز ہے البتہ اگر عرفاً یا تصریحاً قرض کا معاملہ مشروط ہو یعنی اگر امیر جان قرض نہیں دے گا تو عبدالرب بھی قرض نہیں دیتا تو پھر یہ معاملہ **کل قرض جر**

منفعة فهو ربا کے تحت داخل، حرام اور سود ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۹ : عبدالرب نے امیر جان کو ایک کروڑ روپے دیے، ایک ماہ کے بعد امیر جان نے ڈیڑھ کروڑ پاکستانی روپے دیے یا بین الاقوامی قیمت کے مطابق ڈالر کی پرچی دی اور عبدالرب نے رقم یا پرچی لے کر پچاس لاکھ جو زیادہ وصول کیے اس کے بارے میں کہا کہ یہ بعد میں ادا کر دوں گا۔

یہ معاملہ پاکستانی کرنسی کی صورت میں جائز ہے اور ڈالر کی پرچی دینے کی صورت میں اگر ڈالر کا ریٹ ابھی متعین کیا جا رہا ہے تو یہ ناجائز ہے، ربا النساء کی وجہ سے اگر ابھی ڈالر کی قیمت نہیں لگائی بلکہ پرچی دے کر یہ طے کیا کہ جس وقت ڈالر آپ کے ہاتھ میں آجائے اس وقت بین الاقوامی ریٹ کے مطابق بیع اور سودا کریں گے تو یہ جائز ہے البتہ اگر ایک دوسرے کو قرض دینے کا معاملہ صراحتاً یا عرفاً مشروط ہو تو کل قرض جر منفعة فهو ربا کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۰ : زید نے پانچ لاکھ ریال کا بینک چیک یا ریال کی پرچی عمرو کو دے کر یہ کہا کہ ایک ماہ کے بعد اس کے عوض پاکستانی کرنسی تیس لاکھ روپے دیں گے یعنی بین الاقوامی ریٹ سے تین لاکھ زیادہ دیں گے اور اس نے قبول کر لیا۔

یہ صورت بھی ناجائز، حرام اور ربا الفضل، ربا النساء اور بیع الکالی بالکالی کی وجہ سے سود اور ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱ : حمید کے پاس ایک لاکھ دبئی کے درہم ہیں اس نے حوالے والے سے کہا کہ عالمی ریٹ کے مطابق مجھے یہاں اسی مجلس میں پاکستانی روپے دیجیے اور مجھ سے درہم لے لیجیے، دونوں نے اس طرح عمل کیا پھر حمید نے پاکستانی روپے حوالے والے کو قرض دے کر کہا کہ یہ رقم پاکستان میں فلاں کو دے

دیں، ہنڈی والے نے لے جانے کی متعین اجرت پر اس معاملے کو قبول کیا، باہم خوشی رضا سے اس سودے کے بعد حوالے والے نے پاکستانی روپے متعین شخص کے حوالے کر دیے۔

یہ معاملہ جائز ہے، اس لیے کہ اس میں خلافِ شرع کوئی بات نہیں۔

(۳) ملکی کرنسی اور حوالہ و ہنڈی کا کاروبار :

مسئلہ نمبر ۱ : زید کے پاس پانچ لاکھ پاکستانی کرنسی کا بینک چیک یا حوالے کی پرچی ہے اس نے عمرو سے اس طرح خرید وفروخت کا معاملہ کیا کہ یہ بینک چیک یا حوالے کی پرچی دے گا اور اس کے بدلے میں عمرو بین الاقوامی ریٹ کے مطابق ریال کا چیک یا حوالے کی پرچی دے گا۔

یہ صورت ناجائز، حرام اور سود ہے۔ اس میں ربا النّساء اور بیع الکالی بالکالی ہے، کیونکہ یہ پرچی بذاتِ خود مال نہیں بلکہ دین اور قرض کی رسید ہے گویا دین کو دین کے بدلے میں بیچنا ہے، جس کی حدیث میں ممانعت ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ : امیر جان عمر خیلی کے پاس ایک ماہ بعد تاریخ کا ایک لاکھ بینک چیک اور حوالے کی پرچی ہے اب یہ عبدالرب سے کہتا ہے کہ چیک یا پرچی نقد نوے ہزار پر مجھ سے خرید لو، اس نے نوے ہزار نقد دے کر اس سے بینک چیک اور حوالے کی پرچی لے لی اور ایک مہینے کے بعد متعین تاریخ پر رقم کیش کر لی۔

یہ مبادلہ ناجائز، سود اور حرام ہے۔ اس میں ربا الفضل اور ربا النساء دونوں پائے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳ : عبدالرب کے پاس ایک لاکھ پاکستانی روپے کا بینک چیک یا حوالے کی پرچی ہے جس کی وصولی کی تاریخ ایک ماہ بعد کی ہے وہ عمر خیلی

سے کہتا ہے کہ نوے ہزار پاکستانی روپے کی جتنی افغانی کرنسی ملتی ہے آپ اتنی افغانی کرنسی پر مجھ سے ایک لاکھ پاکستانی کرنسی کا چیک یا حوالہ کی پرچی خرید لو، انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کرنسی کی تبدیلی کی اس صورت میں کمی اور زیادتی کو جائز سمجھ کر یہ معاملہ کر لیا۔

یہ معاملہ بھی سود کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے اور کرنسی کی تبدیلی کی اس صورت میں بھی کمی بیشی جائز نہیں کیونکہ مدلل رائے کے مطابق تمام ممالک کی کرنسی ایک ہی جنس ہے لہٰذا لاکھ کو نوے ہزار پاکستانی میں خریدنا یا کسی دوسرے ملک کی کرنسی سے بین الاقوامی ریٹ سے کمی یا زیادتی پر خریدنا، ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ٤ : امیر جان عمر خیلی حوالے اور ہنڈی والے نے مطیع اللہ کو پندرہ لاکھ پاکستانی حوالے کی پرچی پندرہ دن موخر تاریخ سے دے کر یہ کہا کہ پندرہ دن کے بعد آپ مجھے پندرہ لاکھ پچاس ہزار پاکستانی دیں گے اس نے کہا ٹھیک ہے۔

یہ معاملہ ناجائز حرام اور سود ہے۔ کیوں کہ اگر پندرہ لاکھ کی پرچی کو قرض قرار دیا جائے تو اس پر پچاس ہزار زیادہ لے کر حدیث **کل قرض جر منفعة فهو ربا** کی وجہ سے سود اور ربا ہے اور اگر اس کو بیع کہا جائے تو تین وجہ سے سود اور حرام ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں یہ ربا الفضل، ربا النساء اور بیع الکالی بالکالی ہے اور اگر پرچی کو ضمانت قرار دیا جائے تو ضمانت پر اجرت لینا بھی ناجائز اور حرام ہے۔

مسئلہ نمبر ۵ : امیر جان نے دس لاکھ پاکستانی روپے حوالہ کی پرچی مطیع اللہ کو پندرہ دن موخر تاریخ پر دے کر کہا کہ ایک ماہ کے بعد آپ مجھے ساڑھے دس لاکھ افغانی روپے دیں گے تاکہ کرنسی کے بدلنے سے میرے لیے زیادہ لینا جائز ہو، مطیع اللہ نے یہ سودا قبول کیا۔

یہ معاملہ بھی اوپر کے معاملے کی طرح ناجائز، حرام اور سود ہے۔ کیوں کہ کرنسی کی تبدیلی سے حکم میں کوئی فرق نہیں آتا۔

مسئلہ نمبر۶ : عبدالرب نے عمر خیلی حوالے والے کے پاس دو لاکھ پاکستانی روپے بطورِ قرض جمع کیے، چند دنوں کے بعد آکر عمر خیلی سے کہا کہ مجھے دو لاکھ کی پرچی ایک مہینے کی تاریخ سے دیجیے تاکہ اسی پرچی کی بنیاد پر ایک مہینے کے لیے سامان خریدلوں، مہینے کے بعد یا تو پرچی واپس کردوں گا یا دو لاکھ مزید دے دوں گا یا میرے جو دو لاکھ آپ کے پاس قرض ہے اس سے مقاصہ کردیں گے۔

یہ قرض کا معاملہ ہے جو فی نفسہ جائز ہے بشرطیکہ عرفاً یا صراحتہً یہ قرض مشروط نہ ہو ورنہ کل قرض جر منفعة فهو ربا میں داخل سود، حرام اور ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۷ : عبدالرب نے امیر جان حوالے والے کے پاس ایک لاکھ پاکستانی روپے جمع کرکے کہا کہ پندرہ دن کے حوالے کی دو لاکھ کی پرچی دے دو، آپ کے حوالہ کی پرچی کے عوض ایک لاکھ تو پہلے آپ کے پاس ہیں اور ایک لاکھ بعد میں دے دوں گا، اس کی دو صورتیں بنتی ہیں:

(۱) یہ مبادلہ ہے، اس طرح کہ عبدالرب کی طرف سے ایک لاکھ روپے نقد اور ایک لاکھ ادھار ہیں، اور عمر خیلی کی طرف سے دو لاکھ ادھار ہے، جس کی آپس میں بیع ہو رہی ہے۔

(۲) دوسری صورت میں گویا عبدالرب نے ایک لاکھ قرض دیا پھر اس سے دو لاکھ کی پرچی طلب کرکے گویا یہ کہا کہ ایک میرا اپنا لاکھ دو اور ایک لاکھ قرض دو، لہٰذا جب عبدالرب نے اس کی پرچی کی وجہ سے کوئی چیز خریدی تو یہ مقروض بن گیا۔

پہلی صورت ناجائز ہے اور دوسری صورت جائز ہے، ایک لاکھ کا مقاصہ ہو جائے

گا اور ایک لاکھ قرض ہوگا، البتہ اگر عمر خیلی ایک لاکھ نقد قرض دینے کے بغیر دو لاکھ کی پرچی نہیں دے گا اور عبدالرب بھی پرچی دیے بغیر قرض نہیں دے گا تو یہ کل قرض جر منفعة فهو ربا میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام اور ناجائز ہے۔

(۴) ملکی کرنسی اور ایزی پیسہ کا کاروبار :

مسئلہ نمبر ۱ : عبدالرب نے عمر خیلی ایزی پیسہ والے کے پاس دس ہزار روپے کراچی میں جمع کیے اور کہا کہ پشاور میں میرے بھائی کو پہنچادے، ایزی پیسہ والے نے کہا کہ ٹھیک ہے، پانچ سو روپے پہنچانے کی اجرت ہوگی۔

ترسیل اور رقم بھیجنے کی یہ صورت جائز ہے اور پہنچانے کی اجرت لینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ : عبدالرب نے عمر خیلی ایزی پیسے والے کو کراچی میں فون کیا کہ پشاور میں میرے بھائی کو پانچ ہزار روپے دیدے میں ایک دن بعد آپ کو یہ رقم مع اجرت ترسیل واپس کروں گا۔

ترسیل کی یہ صورت مفت میں جائز ہے البتہ اجرت کے نام سے رقم لینا کل قرض جر منفعة فهو ربا میں داخل ہو کر حرام اور ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ : عبدالرب نے عمر خیلی ایزی پیسہ والے کے پاس بینک چیک دے کر کہا کہ ابھی پشاور میں میرے بھائی کو پیسے بھجوا دے، ایزی پیسہ والے نے رقم بھیج دی۔

ترسیل کی یہ صورت مفت میں تو جائز ہے اجرت پر جائز نہیں اور یہ بھیجی ہوئی رقم عبدالرب کے ذمہ قرض ہو جائے گی اور جب عمر خیلی صاحب چیک وصول کرے گا تو یہ قرض وصول کرکے مقاصہ ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۴ : عبدالرب کے عمر خیلی ایزی پیسہ والے پر پانچ ہزار

روپے قرض تھے عبدالرب نے کہا کہ میرے بھائی کو پشاور میں دس ہزار روپے بھیج دو، پانچ ہزار بعد میں دے دوں گا۔

ترسیل کی یہ صورت جائز ہے، اوران میں سے پانچ ہزار جو اس کے ذمہ پہلے سے قرض تھے اس کے پہنچانے پر اجرت لینا بھی جائز ہے البتہ پانچ ہزار جو عمر خیلی ایزی پیسہ والے نے قرض دیے اس پر اجرت لینا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۵ : عبدالرب نے عمر خیلی ایزی پیسہ والے کو کہا کہ میرے آپ کے پاس پانچ ہزارر روپے جو امانت ہیں اس کو پشاور میں میرے بھائی تک پہنچا دے، ایزی پیسہ والے نے کہا کہ ٹھیک ہے البتہ ترسیل کی پانچ سو روپے اجرت لوں گا۔

ترسیل کی یہ صورت مفت میں جائز ہے لیکن اس پر اجرت لینا جائز نہیں، اسی طرح اس بھیجی ہوئی رقم کو امانت سے وصول کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ قبضہ امانت بدوں تبدیلی قبضہ ضمان میں تبدیل نہیں ہوتا۔

اس کی جائز صورت یہ ہے کہ ایزی پیسہ والا امانت کی یہ رقم مالک یا اس کے وکیل کو دے دے پھر اس سے رقم لے لے یا ایزی پیسہ والے کو امانت میں اولاً تصرف کا اختیار دے دے تا کہ تصرف کر کے یہ امانت قرض ہو جائے، پھر ترسیل کے لیے کہے، اب ترسیل اور اس پر اجرت لینا دونوں جائز ہیں۔

مسئلہ نمبر ٦ : عبدالرب نے پانچ ہزارر روپے نقد عمر خیلی ایزی پیسہ والے کو دے کر کہا کہ پشاور میں میرے بھائی کو اس کا بینک چیک یا حوالے کی پرچی دینا اور متعین اجرت بھی دے دی، پھر اس نے ایسا ہی کیا۔

ترسیل کی یہ صورت اور اس پر اجرت لینا دونوں جائز ہیں۔

مسئلہ نمبر ۷ : عبدالرب نے عمر خیلی ایزی پیسہ والے کو بینک چیک یا

حوالے کی پرچی دی اور کہا کہ اس کے بدلے میں آپ میرے بھائی کو پشاور میں نقد رقم دیں اور اجرت بھی مجھ سے وصول کریں۔

اس صورت میں ترسیل کی اجرت اور کرایہ ناجائز ہے، کیونکہ حوالہ کی پرچی اور چیک خود مال نہیں لہٰذا جب تک یہ کیش ہو کر مال نہیں بنے گا اور وصول نہیں کرے گا ایزی پیسہ والا مقروض نہیں بنے گا لہٰذا چیک کی بنیاد پر اس نے پشاور میں جو رقم دی ہے گویا کہ قرض دیا ہے اور قرض دینے پر اجرت کے نام سے کچھ لینا حدیث **كل قرض جر منفعة فهو ربا** کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے، البتہ ترسیل کی یہ صورت مفت میں جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۸ : مولوی مطیع اللہ نے عبدالرب سے کہا کہ آپ کے ذمہ جو میرا دس ہزارر روپے قرض ہے وہ مجھے ایزی پیسہ والے کے ذریعے پشاور پہنچائیں اور ایزی پیسہ والے کو اجرت بھی میرے قرض میں سے دینا، عبدالرب نے وہ رقم پشاور پہنچا دی اور ایزی پیسہ والے کو ان میں سے اجرت بھی دے دی۔

ترسیل کی یہ صورت اور اس پر اجرت لینا دونوں جائز ہیں۔

مسئلہ نمبر ۹ : عبدالرب نے عمر خیلی ایزی پیسہ والے کو پانچ ہزار کا بینک چیک دے کر کہا کہ پشاور میں ایزی پیسہ والے کو کہو کہ پشاور میں نقد کے بجائے چیک دے دے اور اجرتِ ترسیل بھی لے لو۔

ترسیل کی یہ صورت مفت میں تو جائز ہے لیکن اجرتِ ترسیل ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰ : عبدالرب نے عمر خیلی ایزی پیسہ والے سے کہا کہ یہ بینک چیک لے لو اور جب یہ رقم آپ کے اکاؤنٹ میں جمع ہو جائے یا کیش وصول کر کے اپنے تصرف میں لے آئیں تو پھر اس کو پشاور میں میرے بھائی تک پہنچا دیں۔

اس صورت میں ترسیل اور اجرتِ ترسیل دونوں جائز ہیں۔

(۵) ملکی کرنسی کا بینک اور ڈاکخانہ کے ذریعے ترسیل :

مسئلہ نمبر ۱ : ڈاکخانہ اور بینک کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ رقوم منتقل کرنا جائز ہے، جیسے منی آرڈر کے ذریعے بھیجنا اور بینک اکاؤنٹ کے ذریعے بھیجنا اور اس ترسیل پر ڈاکخانے اور بینک کا اجرت لینا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ : کرنٹ اکاؤنٹ جس میں رقوم بینک کے ذمہ قرض ہوتی ہے اس کے قرض کی وجہ سے ترسیلِ رقوم کا کام مفت کرنا **کل قرض جر منفعة فھو ربا** کی وجہ سے ناجائز ہے۔

آج کل کئی بینکوں کی طرف سے یہ اعلان ہوتا ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ والوں کے لیے ہماری طرف سے ترسیل رقوم وغیرہ کی منفعت مفت ہے اور مشروط ہے، اس شرط پر کہ کرنٹ اکاؤنٹ کھلوانے کی وجہ سے یہ منافع دینا ہم پر لازم ہے اور اکاؤنٹ ہولڈرز کو مطالبہ کا حق حاصل ہے گویا **المعروف کالمشروط** بھی ہے بلکہ اس سے ایک درجہ آگے ہے کیوں کہ تحریراً اور صراحۃً موجود ہے لہٰذا ان کو صرف ’’امور مرغبہ‘‘ کہہ کر جائز کہنا درست نہیں نیز امور مرغبہ اموالِ غیر ربویہ میں تو تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن اموالِ ربویہ میں اس کے جواز کا قول کرنا سود کے تمام دروازے کھولنا ہے، کیونکہ سودی بینک بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم سیونگ اکاؤنٹ میں جو مثلاً پانچ فیصد بنامِ سود دیتے ہیں یہ صرف ترغیب کے لیے ہے تاکہ لوگ ہمارے پاس خوب خوب قرض جمع کریں اور یہ شرط کے درجہ میں نہیں جبکہ معاملات میں الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ معانی اور حقیقت کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا جب لفظِ سود کی حقیقت یہاں موجود ہے اور صرف الفاظ ترغیب کے ہیں، تو اسی کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو ناجائز

اور سود قرار دیا جائے گا حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اس کے ساتھ فریقین کا معاملہ جس درجہ میں ہے وہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ شرط ہے نہ کہ امر مرغب، اسلامی بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ پر مرغبات بھی ایسے ہی ہیں کہ فریقین کا معاملہ دلالت کرتا ہے کہ ان سہولیات کا دینا شرط کے درجے میں ہے لہٰذا یہ بھی ربا الفضل میں داخل اور حرام ہیں، جبکہ آج ان سہولیات اور منافع کو حلالِ طیب سمجھ کر مزے سے اڑایا جاتا ہے۔

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

الحاصل : ان کو دو وجہوں سے مرغبات کا حکم دینا جائز نہیں :

(۱) یہ اموالِ ربویہ میں سے ہیں جب کہ مرغبات اموالِ غیر ربویہ میں سے ہوتے ہیں۔

(۲) فریقین کا معاملہ شرطیت کی دلیل ہے، جیسے عرف اور تعامل دلیلِ شرط ہے۔

دیکھیے! روایات اور آثار میں تو مقروض سے ہدیہ قبول کرنے اور عاریۃً اس کے جانور کو سواری کے لیے لینے کو بھی سود فرما کر منع کیا گیا ہے۔

عن أبی بردة بن أبی موسی فقال قدمت المدینة فلقیت عبد الله ابن سلام فقال : انک بأرض فیها الربوا فاش فاذا کان لک علی رجل حق فأهدی الیک حمل تبن أو حمل شعیر أو حبل قت فلا تأخذه فانه ربوا ، رواه البخاری (المشکوة: ۲۵۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس علاقے میں یہ معمول عام ہو چکا تھا کہ جو کسی کو قرض دیتا وہ قرض دینے والے کو بھوسہ اور گھانس وغیرہ کی گھٹڑیاں دیتا رہتا تھا اور تعامل بھی بدوں زبان وتحریر صرف پوشیدہ اعلان ہے پھر بھی اس تعاملی اعلان کو

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے مرغبات میں داخل نہیں فرمایا بلکہ اس کی وجہ سے ان امور کو شرط کے درجہ میں رکھ کر صریح سود اور حرام میں داخل فرما کر اس سے احتراز اور بچنے کا حکم دیا جبکہ یہاں اسلامی بینکوں میں تعاملی اعلان کے ساتھ ساتھ تحریری اور قولی اعلان بھی ہوتا ہے تو یہ بطریقِ اولیٰ مرغبات میں داخل نہیں ہوگا۔

یہ بھی یاد رہے کہ حسنِ قضاء سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ حسنِ قضاء کی صورت میں نہ تو دینے والا اپنے آپ کو مجبور سمجھتا ہے اور نہ ہی لینے والا اپنے آپ کو حسنِ قضاء کا مستحق سمجھتا ہے، اس سے ان کا کوئی دنیاوی منفعت حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ اچھی خصلت اور نیک نیتی اور خیر خواہی کے جذبہ سے بلکہ **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** کے جذبہ سے کرتا ہے اسی وجہ سے حسنِ قضاء کی کسی صورت کی تعیین نہیں ہوتی ہے نہ کرائی جاتی ہے اور نہ جبر ہوتا ہے جبکہ بینک اس قرض کی وجہ سے منافع دینے پر اپنے آپ کو مجبور اور پابند سمجھتا ہے

اور قرض دینے والا بھی اپنے آپ کو ان منافع کا حق دار سمجھتا ہے اور اس لیے بوقتِ ضرورت مطالبہ بھی کرتا ہے اور یہاں مقصد بالکل عیاں ہے کہ بینک کا شخصِ قانونی نہ احسانات کا مکلّف ہے اور نہ احسانات جانتا ہے صرف اور صرف دنیاوی مقصد کے لیے کر رہا ہے کہ لوگ اس طرح زیادہ سے زیادہ رقوم جمع کریں تا کہ خوب خوب ان رقوم سے فائدہ اٹھائے۔

(۶) مختلف ممالک کی کرنسیاں اور حوالہ و ہنڈی کا کاروبار :

مسئلہ نمبر ۱ : خالد کے پاس ایک لاکھ دبئی کے درہم ہیں اس نے حوالے والے سے کہا کہ اس کے بدلے میں پاکستانی روپے پاکستان میں دے دو تو اس نے کہا ٹھیک ہے میں آپ سے عالمی ریٹ کے مطابق درہم خریدتا ہوں لیکن آپ

درہم ابھی دیں گے اور میں آپ کو پاکستانی کرنسی پاکستان میں دو یا تین دن بعد دوں گا۔

یہ صورت اور معاملہ بھی ربا النساء یعنی ادھار سود کی وجہ سے ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ : عمر خیلی نے ایک لاکھ درہم کا چیک ہنڈی والے کو دے کر کہا کہ اس کو وصول کرے اور اپنے پاس محفوظ کرے، ایک ماہ کے بعد جب میں پاکستان جاؤں گا تو آپ کے وکیل سے پاکستانی روپے بین الاقوامی ریٹ پر وصول کروں گا۔

یہ صورت جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ : عبدالرب نے ایک لاکھ ریال کا بینک چیک یا دوسرے حوالے کی پرچی یا نقد ریال عمر خیلی حوالے والے کے پاس جمع کر کے کہا کہ ابھی پاکستانی روپے بین الاقوامی ریٹ کے مطابق بنا کر دو البتہ جتنا آپ نے بنا دیا ایک ماہ کے بعد پاکستان میں آپ کے وکیل سے وصول کروں گا۔

یہ صورت ناجائز ہے۔ نقد ریال دینے کی صورت میں ربا النساء کی وجہ سے اور چیک اور حوالے کی پرچی دینے کی صورت میں ربا النّساء اور بیع الکالی بالکالی کی وجہ سے۔

مسئلہ نمبر ۴ : امیر جان حوالے والے نے پاکستان سے دبئی مطیع اللہ کو فون کیا کہ میرے کھاتے میں ایک ہزار درہم موجودہ ریٹ سے پاکستانی کرنسی کے مطابق لکھ لو، یہ ربا النساء، بیع الکالی بالکالی اور قمار کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔

مسئلہ نمبر ۵ : عبدالرب نے امیر جان حوالے والے کو فون کیا کہ ایک لاکھ ڈالر میرے کھاتے میں لکھو وہ میرے ہو گئے اور بین الاقوامی ریٹ کے مطابق پاکستانی روپے جو اسی لاکھ بنتے ہیں لکھ دیے، ایک مہینے کے بعد ڈالر کی قیمت اسی سے بڑھ کر سو تک پہنچ گئی تو امیر جان نے عبدالرب سے کہا کہ ایک لاکھ ڈالر پر بیس لاکھ بڑھ گئے تو یہ بیس لاکھ روپے آپ لے لو اور ڈالر میرے پاس رہنے دو، یعنی ابھی

ایک کروڑ پر ایک لاکھ ڈالر آپ کے کھاتے میں میرے پاس لکھے ہوئے ہیں۔

یہ صورت ناجائز اور حرام ہے اور بیس لاکھ نفع کی صورت میں عمر خیلی کو جو مل رہے ہیں وہ حرام ہے۔اس کی حرمت اور عدمِ جواز تین وجوہ کی وجہ سے ہیں :

(۱) بیع الکالی بالکالی (۲) ربا النساء (۳) قمار

مسئلہ نمبر ٦ : زید دبئی مدرسہ کے چندہ کے غرض سے گیا اور وہاں ایک ہزار ریال چندہ جمع کرکے اب عمرو سے کہتا ہے کہ اس کے مجھے پاکستانی رقم بنا کر دے دو تو عمرو کہتا ہے کہ آپ ایک ہزار ریال مجھے دے دو،اس کے اگرچہ پاکستانی ستائیس ہزار روپے بنتے ہیں لیکن میرا بھائی آپ کو تیس ہزار دے گا تاکہ اس کارِ خیر میں میرا بھی حصہ ہو اس کی دو صورتیں بنتی ہیں :

(۱) بین الاقوامی قیمت سے زیادہ پر خریدتا ہے۔

(۲) خریداری تو بین الاقوامی قیمت پر ہوتی ہے لیکن بطورِ چندہ تین ہزار دیتا ہے۔

پہلی صورت ناجائز اور دوسری صورت جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۷ : زید نے عمرو کو ایک لاکھ ریال سعودیہ میں بطورِ قرض دیے اور پاکستان پہنچانے کی اجرت بھی دی پھر کہا کہ یہ پاکستان میں فلاں تاریخ میں آپ سے بین الاقوامی نرخ کے مطابق پاکستانی کرنسی لوں گا۔

یہ معاملہ جائز ہے اور عمرو کو اختیار ہے کہ یہ پاکستان میں ایک ہزار ریال دے یا پاکستانی کرنسی۔

مسئلہ نمبر۸ : عبدالرب نے ایک لاکھ ریال سعودیہ میں عمر خیلی حوالے والے کو یہ کہہ کر دیے کہ یہ آپ لے لیں اور ابھی میں تبدیل نہیں کرتا جب میں مہینے کے بعد پاکستان چلا جاؤں گا تو اس وقت جو پاکستان میں آپ کا وکیل ہے اسی دن

بین الاقوامی ریٹ کے مطابق پاکستانی کرنسی میں تبدیل کروں گا، دونوں اس پر راضی ہوگئے اور ایک ماہ بعد عالمی ریٹ کے مطابق لے لیے۔

یہ صورت بھی جائز ہے البتہ اگر عمر خیلی مہینے بعد ریال ہی دینا چاہے تو عبدالرب اس کو پاکستانی کرنسی ادا کرنے پر شرعاً مجبور نہیں کرسکتا۔

مسئلہ نمبر۹ : عبدالرب نے عمر خیلی کو ایک کروڑ دے کر کہا کہ آپ نے اس کے جاپان میں ڈالر دینے ہیں آگے کس دن کے بین الاقوامی ریٹ کے مطابق دینے ہیں اس کی کئی صورتیں ہیں :

(۱) ابھی یعنی پاکستانی کرنسی دینے کے دن کے ریٹ سے جتنے بنتے ہیں وہ میں جاپان میں دوں گا، یہ ربا النّساء کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(۲) جس دن جاپان میں آپ کے وکیل سے ڈالر لوں گا اس دن کے ریٹ کے حساب سے ڈالر دینے ہیں تو یہ جائز ہے،البتہ اگر عمر خیلی صاحب ایک کروڑ ہی دینا چاہے تو عبدالرب اس کو ڈالر ادا کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا کیوں کہ یہ قرض ہے جو مضمون بالمثل ہوتا ہے۔

(۳) آج کے علاوہ جس دن میں چاہوں اس دن کے ریٹ کے حساب سے دوں گا، یہ ربا النّساء کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(۴) ایک کروڑ کے عوض ڈالر خرید کر کہا کہ ریٹ کی تعیین بعد میں اپنی مرضی سے کرلوں گا، یہ ربا النّساء اور جہالتِ ثمن کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(۷) غیر ملکی کرنسی کا بینک کے ذریعے ترسیل:

غیر ملکی کرنسی کی بینک کے ذریعے ترسیل جائز ہے اور اس میں ان شرائط کو مدنظر رکھنا ضروری ہے جو اس سے پہلے عنوان نمبر٦ کے مسائل کے ضمن میں تحریر ہوئے۔

﴿حوالہ کے مسائل﴾

﴿سوال نمبر ۱﴾

حاجی اکبر نے احمد شاہ حوالے والے کے پاس تین لاکھ روپے جمع کیے، احمد شاہ نے اس کو ان کے بدلے میں ایک لاکھ ڈالر جاپان میں دینا ہے، احمد شاہ نے ان روپوں کو درہم سے تبدیل کیا اور پھر درہم کو ڈالر سے تبدیل کیا، اس طریقے سے کہ اس نے اپنے بندے کو دبئی فون کیا کہ ان روپوں کے بدلے میں مجھے درہم دو، اور پھر اس نے جاپان فون کیا کہ ان دراہم کے بدلے میں فلاں یعنی حاجی اکبر کو ڈالر دینا، اب اس غیر آدمی نے حاجی اکبر یا اس کے وکیل کو جاپان میں ڈالر دیے، احمد شاہ نے حاجی اکبر کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ اگر ڈالر پاکستانی ۹۰ روپے کے بدلے میں ہو تو میں آپ کو ۹۳ روپے میں دوں گا، ۳ روپے کا نفع سودا کرتے وقت طے پایا۔ کیا اس طریقے سے کاروبار جائز ہے؟ اور اگر ناجائز ہے تو متبادل جائز صورت کیا ہوگی؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہاں تین معاملے ہیں:

(۱) پاکستانی روپوں کے بدلے ڈالر خریدنا، جو جاپان میں ادا کرنے ہیں۔

(۲) پاکستانی روپے کے عوض دراہم خریدنا۔

(۳) دراہم کے بدلے ڈالر لینا۔

پہلے معاملے کی تفصیل اور خلافِ شرع امور:

پہلے معاملے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) تین لاکھ چیک کی صورت میں دے۔

(۲) دوسرے حوالہ والے کی پرچی دے۔

(۳) تین لاکھ نقد دے۔

۱ اور ۲ کا حکم: ان دونوں صورتوں میں درج ذیل وجوہ کی وجہ سے مبادلہ اتفاقاً ناجائز ہے۔

(۱) بین الاقوامی ریٹ سے زیادہ پر بیع کرنے میں دو طرح کا سود ہے:

(الف) زیادہ لینا، جسے ربا الفضل کہا جاتا ہے۔

(ب) ادھار کرنا جسے ربا النسیئہ کہا جاتا ہے۔

(۲) بیع الکالی بالکالی کی وجہ سے یہ بیع فاسد اور ناجائز ہے۔

(۳) بوقتِ عقد اگر قیمت طے نہیں کی بلکہ مستقبل کے لیے مجہول رکھی گئی تو جہالتِ مبیع کی وجہ سے یہ بیع فاسد، بحکمِ سود اور ناجائز ہے۔

نمبر ۳ کا حکم: یہ صورت بھی (''الف'' اور ''ب'') کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔

دوسرا اور تیسرا معاملہ اور خلافِ شرع امور:

یہ دونوں معاملے ناجائز اور بحکمِ سود ہیں۔ (جس کی تفصیل معاملہ نمبر ۱ کے تحت گزر گئی)۔

الحاصل: یہ تینوں معاملے ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں، اس لیے سوال میں پوچھی گئی صورت کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اور نہ اس کی کوئی جائز اور ممکن العمل صورت ہے۔

قال العلامة البابرتی رحمه الله تعالیٰ: وَيَجُوزُ بَيعُ الفَلسِ بِالفَلسَينِ بِأَعيَانِهِمَا إِلَخ.... بَيعُ الفَلسِ بِجِنسِهِ مُتَفَاضِلًا عَلَى أَوجُهٍ أَربَعَةٍ : بَيعُ فَلسٍ بِغَيرِ عَينِهِ بِفَلسَينِ بِغَيرِ أَعيَانِهِمَا. وَ بَيعُ فَلسٍ بِعَينِهِ بِفَلسَينِ بِغَيرِ أَعيَانِهِمَا. وَ بَيعُ فَلسٍ بِغَيرِ عَينِهِ بِفَلسَينِ بِأَعيَانِهِمَا. وَ بَيعُ فَلسٍ بِعَينِهِ بِفَلسَينِ بِأَعيَانِهِمَا. وَ الكُلُّ فَاسِدٌ سِوَى الوَجهِ الرَّابِعِ. أَمَّا الأَوَّلُ فَلِأَنَّ الفُلُوسَ الرَّائِجَةَ أَمثَالٌ

مُتَسَاوِيَةٌ قَطعًا لِاصطِلَاحِ النَّاسِ عَلَى إهدَارِ قِيمَةِ الجَودَةِ مِنهَا فَيَكُونُ أَحَدُ الفَلسَينِ فَضلًا خَالِيًا عَنِ العِوَضِ مَشرُوطًا فِي العَقدِ وَ هُوَ الرِّبَا. وَ أَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّهُ لَو جَازَ أَمسَكَ البَائِعُ الفَلسَ المُعَيَّنَ وَ طَلَبَ الآخَرَ وَ هُوَ فَضلٌ خَالٍ عَنِ العِوَضِ. وَ أَمَّا الثَّالِثُ فَلِأَنَّهُ لَو جَازَ قَبضُ البَائِعِ لِلفَلسَينِ وَ رَدَّ إِلَيهِ أَحَدُهُمَا مَكَانَ مَا استَوجَبَهُ فِي ذِمَّتِهِ فَيَبقَى الآخَرُ لَهُ بِلَا عِوَضٍ. وَ أَمَّا الوَجهُ الرَّابِعُ فَجَوَّزَهُ أَبُو حَنِيفَةَ وَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ. وَ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّ الثَّمَنِيَّةَ فِي الفَلسِ تَثبُتُ بِاصطِلَاحِ الكُلِّ وَ مَا يَثبُتُ بِاصطِلَاحِ الكُلِّ لَا يَبطُلُ بِاصطِلَاحِهِمَا لِعَدَمِ وِلَايَتِهِمَا عَلَى غَيرِهِمَا فَبَقِيَت أَثمَانًا وَ هِيَ لَا تَتَعَيَّنُ بِالِاتِّفَاقِ فَلَا فَرقَ بَينَهُ وَ بَينَ مَا إِذَا كَانَا بِغَيرِ أَعيَانِهِمَا وَ صَارَ كَبَيعِ الدِّرهَمِ بِالدِّرهَمَينِ. وَ بِهَذَا يَتَبَيَّنُ أَنَّ الفُلُوسَ الرَّائِجَةَ مَا دَامَت رَائِجَةً لَا تَتَعَيَّنُ بِالتَّعيِينِ حَتَّى لَو قُوبِلَت بِخِلَافِ جِنسِهَا كَمَا إِذَا اشتَرَى ثَوبًا بِفُلُوسٍ مُعَيَّنَةٍ فَهَلَكَت قَبلَ التَّسلِيمِ لَم يَبطُلِ العَقدُ كَالذَّهَبِ وَ الفِضَّةِ.

(العناية ۷/۲۰، ط: رشيدية)

وقال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ: وَ كَذَا إِذَا تَبَايَعَا فَلسًا بِعَينِهِ بِفَلسٍ بِعَينِهِ فَالفَلسَانِ لَا يَتَعَيَّنَانِ وَ إِن عُيِّنَا إِلَّا أَنَّ القَبضَ فِي المَجلِسِ شَرطٌ حَتَّى يَبطُلَ بِتَركِ التَّقَابُضِ فِي المَجلِسِ لِكَونِهِ افتِرَاقًا عَن دَينٍ بِدَينٍ. وَ لَو قَبَضَ أَحَدَ البَدَلَينِ فِي المَجلِسِ فَافتَرَقَا قَبلَ قَبضِ الآخَرِ ذَكَرَ الكَرخِيُّ أَنَّهُ لَا يَبطُلُ العَقدُ؛ لِأَنَّ اشتِرَاطَ القَبضِ مِنَ الجَانِبَينِ مِن خَصَائِصِ الصَّرفِ وَ هَذَا لَيسَ بِصَرفٍ فَيُكتَفَى فِيهِ بِالقَبضِ مِن أَحَدِ الجَانِبَينِ؛ لِأَنَّ بِهِ يَخرُجُ عَن كَونِهِ افتِرَاقًا عَن دَينٍ بِدَينٍ وَ ذَكَرَ فِي بَعضِ شُرُوحِ مُختَصَرِ الطَّحَاوِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ يَبطُلُ لَا لِكَونِهِ صَرفًا بَل لِتَمَكُّنِ

رِبَا النَّسَاءِ فِيهِ لِوُجُودِ أَحَدِ وَصفَي عِلَّةِ رِبَا الفَضلِ وَ هُوَ الجِنسُ وَ هُوَ الصَّحِيحُ. (بدائع الصنائع ۵/۲۳۷، ط: سعید)

﴿سوال ۲﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حاجی اکبر نے بیس لاکھ پاکستانی روپے کا چیک یا حوالے کی پرچی احمد شاہ حوالے والے کے پاس جمع کی، اس پر تاریخ آگے کی لکھی ہے یعنی بیس دن بعد یہ کیش ہونا ہے۔ کہ اس کے بدلے میں جاپان میں کل تک ڈالر دو، نیز اگر حاجی اکبر منشی اور مزدور رکھتا پھر وہ بارڈر سے چمن آتا پھر پرچی کیش کراتا، تو ایسی صورت میں اس میں تاخیر بھی ہوجاتی اور منشی کا خرچہ الگ سے دینا پڑتا۔ اب اگر نقد رقم میں ایک ڈالر ۹۰ روپے کا ہو تو اس وقت یعنی بیس دن بعد کیش کرانے کی وجہ سے حاجی اکبر، احمد شاہ کو ۹۲ روپے فی ڈالر پر دیتا ہے، یعنی احمد شاہ نے حاجی اکبر سے فی ڈالر کے بدلے دو روپے وصول کیے، کیا اس طرح کا کاروبار جائز ہے؟ اگر نہیں تو کیا اس طرح کے کاروبار میں صرف حوالے والا گنہگار ہوگا یا حاجی اکبر اور احمد شاہ دونوں؟ نیز اگر کوئی متبادل جائز صورت ہو تو وہ بھی بتادیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حاجی اکبر، احمد شاہ کو حوالہ کی پرچی دے یا چیک جمع کرے، یہ دونوں صورتیں درج ذیل وجوہ کی وجہ سے اتفاقاً ناجائز اور حرام ہیں:

(۱) بین الاقوامی ریٹ سے زیادہ پر بیع کرنے میں دو طرح کا سود ہے:

(الف) زیادہ پر دینا جسے ربا الفضل کہا جاتا ہے۔

(ب) ادھار کرنا جسے ربا النسیئۃ کہا جاتا ہے۔

(۲) بیع الدین بالدین کی وجہ سے۔

(۳) اگر بوقتِ عقد قیمت مقرر نہ ہو تو جہالتِ ثمن کی وجہ سے یہ بیع فاسد اور بحکمِ سود ہے۔

جائز متبادل : احمد شاہ اکبر خان کو بیس لاکھ کے جتنے ڈالر بین الاقوامی ریٹ کے اعتبار سے بنتے ہیں وہ قرض دے یعنی جاپان میں اکبر خان کے وکیل کو دے دیں اور پرچی کے کیش ہونے کی تاریخ میں ڈالر کی جو بین الاقوامی قیمت ہے اس قیمت کے مطابق یہ قرض پاکستانی روپے کی صورت میں وصول کرے یا احمد شاہ نے جتنے ڈالر دیے اتنے ڈالر کا مطالبہ کرے۔

البتہ اس صورت میں ترسیل کی اجرت ناجائز ہے کیوں کہ یہ کل قرض جر منفعة فھو ربا میں داخل ہو کر ناجائز ہوگا۔

﴿سوال نمبر۳﴾

احمد شاہ حوالے والے کو ایک آدمی نقد روپیہ دیتا ہے تو احمد شاہ اس وقت اس کو ڈالر دیتا ہے ۹۰ روپے کے حساب سے، اور اگر کوئی حوالے کی پرچی دیتا ہے تو جس پرچی میں بیس دن کا وقت ہو تو ۹۲ روپے پر فی ڈالر دیتا ہے اور اگر کوئی تیسرا مثلاً عمر جان، احمد شاہ کے پاس حوالے کی پرچی لائے جس میں دو ماہ کا وقت ہو تو اس کو احمد شاہ ڈالر ۹۵ روپے کے حساب سے دیتا ہے اور اگر اس سے زیادہ وقت ہو تو اس حساب سے اتنا ہی زیادہ مہنگا ڈالر دیتا ہے۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہاں تین معاملے ہیں :

(۱) احمد شاہ کے پاس نقد رقم جمع کرانا اور احمد شاہ کا عوض میں ڈالر دینا۔

(۲) احمد شاہ کے پاس حوالہ کی پرچی جمع کرانا جس میں بیس دن ہوں۔

(۳) احمد شاہ کے پاس حوالہ کی پرچی جمع کرانا جس میں دو مہینے یا اس سے زیادہ ہوں۔

پہلے معاملے کی تفصیل :

اس کی کل آٹھ صورتیں بنتی ہیں:

(۱) احمد شاہ بازار (بین الاقوامی) نرخ کے مطابق ہاتھ در ہاتھ ڈالر دے۔

حکم : یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔

(۲) احمد شاہ بازار کے نرخ سے زیادہ پر ہاتھ در ہاتھ ڈالر دے۔

حکم : یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ اس میں تسعیر، حکومتی قانون کی مخالفت اور ربا الفضل جیسے ناجائز امور پائے جاتے ہیں۔

(۳) احمد شاہ حکومتی نرخ کے مطابق دوسری مجلس میں ڈالر دینے کا وعدہ کرے۔

حکم : یہ صورت بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں ربا النسیئۃ ہے۔

(۴) احمد شاہ حکومتی نرخ سے زیادہ دوسری مجلس میں ڈالر دینے کا وعدہ کرے۔

حکم : یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ اس میں ربا الفضل، ربا النسیئۃ، تسعیر اور حکومتی قانون کی مخالفت جیسے ناجائز امور پائے جاتے ہیں۔

(۵) احمد شاہ ڈالر کی پرچی یا چیک حکومتی نرخ کے مطابق دے۔

حکم : یہ صورت بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں ربا النسیئۃ ہے۔

(۶) احمد شاہ ڈالر کی پرچی یا چیک لے کر حکومتی نرخ سے زیادہ پر ڈالر دے۔

حکم : یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں ربا الفضل، ربا النسیئۃ، تسعیر اور حکومتی قانون کی مخالفت جیسے ناجائز امور پائے جاتے ہیں۔

(۷) احمد شاہ حکومتی نرخ کے مطابق ڈالر کی رسید یا چیک دوسری مجلس میں

دینے کا وعدہ کرے۔

حکم : یہ صورت بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں ربا النسیئۃ ہے۔

(۸) احمد شاہ حکومتی نرخ سے زیادہ رسید یا چیک دوسری مجلس میں دینے کا وعدہ کرے۔

حکم : یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے۔

کیونکہ اس میں ربا الفضل، ربا النسیئۃ، تسعیر اور حکومتی قانون کی مخالفت جیسے ناجائز امور پائے جاتے ہیں۔

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : وَ كَذَا إِذَا تَبَايَعَا فَلسًا بِعَينِهِ بِفَلسٍ بِعَينِهِ فَالفَلسَانِ لَا يَتَعَيَّنَانِ وَ إِن عُيِّنَا إِلَّا أَنَّ القَبضَ فِي المَجلِسِ شَرطٌ حَتَّى يَبطُلَ بِتَركِ التَّقَابُضِ فِي المَجلِسِ لِكَونِهِ افتِرَاقًا عَن دَينٍ بِدَينٍ. وَ لَو قَبَضَ أَحَدَ البَدَلَينِ فِي المَجلِسِ فَافتَرَقَا قَبلَ قَبضِ الآخَرِ ذَكَرَ الكَرخِيُّ أَنَّهُ لَا يَبطُلُ العَقدُ؛ لِأَنَّ اشتِرَاطَ القَبضِ مِنَ الجَانِبَينِ مِن خَصَائِصِ الصَّرفِ وَ هَذَا لَيسَ بِصَرفٍ فَيُكتَفَى فِيهِ بِالقَبضِ مِن أَحَدِ الجَانِبَينِ؛ لِأَنَّ بِهِ يَخرُجُ عَن كَونِهِ افتِرَاقًا عَن دَينٍ بِدَينٍ وَ ذَكَرَ فِي بَعضِ شُرُوحِ مُختَصَرِ الطَّحَاوِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَبطُلُ لَا لِكَونِهِ صَرفًا بَل لِتَمَكُّنِ رِبَا النَّسَاءِ فِيهِ لِوُجُودِ أَحَدِ وَصفَي عِلَّةِ رِبَا الفَضلِ وَ هُوَ الجِنسُ وَ هُوَ الصَّحِيحُ. (بدائع الصنائع ۵/۲۳۷، ط: ایچ ایم سعید)

دوسرے معاملے کی تفصیل :

اس کی کل سات صورتیں بنتی ہیں:

(۱) احمد شاہ بازاری نرخ سے زیادہ پر مجلسِ عقد میں ڈالر دیدے۔

حکم : یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس میں ربا الفضل، ربا النسیئۃ، تسعیر اور حکومتی قانون کی مخالفت جیسے ناجائز امور پائے جاتے ہیں۔

(۲) احمد شاہ بازاری نرخ سے زیادہ پر دوسری مجلس میں ڈالر دینے کا وعدہ کرے۔

حکم : یہ صورت بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں ربا الفضل، ربا النسیئۃ، بیع الکالی بالکالی، تسعیر اور حکومتی قانون کی مخالفت جیسے ناجائز امور پائے جاتے ہیں۔

(۳) احمد شاہ حکومتی نرخ کے مطابق دوسری مجلس میں ڈالر دینے کا وعدہ کرے۔

حکم : یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس میں ''بیع الدین بالدین'' ہے۔

(۴) احمد شاہ ڈالر کی پرچی یا چیک حکومتی نرخ کے مطابق دے جس کے کیش ہونے میں مدت بیس دن سے کم مثلاً پانچ دن یا دس دن ہو۔

حکم : یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس میں ''بیع الدین بالدین'' ہے۔

(۵) احمد شاہ ڈالر کی پرچی یا چیک حکومتی نرخ سے زیادہ پر دے جس کے کیش ہونے میں بیس دن سے کم مدت، مثلاً دو یا پانچ دن ہو۔

حکم : یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس میں ربا الفضل، ربا النسیئۃ، بیع الدین بالدین، تسعیر اور حکومتی قانون کی مخالفت جیسے ناجائز امور پائے جاتے ہیں۔

(۶) احمد شاہ ڈالر کی پرچی یا چیک حکومتی نرخ کے مطابق دوسری مجلس میں دینے کا وعدہ کرے۔

حکم : یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس میں ''بیع الدین بالدین'' ہے۔

(۷) احمد شاہ ڈالر کی پرچی یا چیک حکومتی نرخ سے زیادہ پر دوسری مجلس میں دینے کا وعدہ کرے۔

حکم : یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس میں ربا الفضل، ربا النسیئۃ، بیع الدین بالدین، تسعیر اور حکومتی قانون کی مخالفت جیسے ناجائز امور پائے جاتے ہیں۔

تیسرے معاملے کی تفصیل :

یہ معاملہ اپنی جمیع صورتوں کے ساتھ معاملہ نمبر۲ کی طرح ہے،اسی طرح وقت کے بڑھنے کی صورت میں ڈالر کی قیمت میں اضافے کا حکم بھی معاملہ نمبر۲ کی طرح ہے۔

﴿سوال نمبر۴﴾

شیر زمان حوالے کا کام کرتا ہے اور اب اس کو نقد رقم کی ضرورت ہے تو یہ اپنے پاس سے پرچی جس میں ایک ماہ یا دو ماہ کا وقت ہو، دے کر احمد شاہ حوالے والے سے ڈالر عام نرخ کے بجائے تین یا چار روپے مہنگا لیتا ہے اور پھر اس ڈالر کو آگے کسی غیر پر بیچتا ہے ایک یا دو روپے نقصان پر۔شیر زمان کا پرچی دے کر اس طرح ڈالر کا سودا کرنا اور پھر کسی اور سے نقد روپیہ پر بیچنا، جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ صورت ناجائز ہے۔کیونکہ اس میں ربا الفضل، ربا النسیئۃ، تسعیر اور حکومتی قانون کی مخالفت جیسے ناجائز امور پائے جاتے ہیں۔

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : وَ كَذَا إِذَا تَبَايَعَا فَلسًا بِعَينِهِ بِفَلسٍ بِعَينِهِ فَالفَلسَانِ لَا يَتَعَيَّنَانِ وَ إِن عُيِّنَا إِلَّا أَنَّ القَبضَ فِى المَجلِسِ شَرطٌ حَتَّى يَبطُلَ بِتَركِ التَّقَابُضِ فِى المَجلِسِ لِكَونِهِ افتِرَاقًا عَن دَينٍ بِدَينٍ. وَ لَو قَبَضَ أَحَدَ البَدَلَينِ فِى المَجلِسِ فَافتَرَقَا قَبلَ قَبضِ الآخَرِ ذَكَرَ الكَرخِيُّ أَنَّهُ لَا يَبطُلُ العَقدُ؛ لِأَنَّ اشتِرَاطَ القَبضِ مِنَ الجَانِبَينِ مِن خَصَائِصِ الصَّرفِ وَ هَذَا لَيسَ بِصَرفٍ فَيُكتَفَى فِيهِ بِالقَبضِ مِن أَحَدِ الجَانِبَينِ؛ لِأَنَّ بِهِ يَخرُجُ عَن كَونِهِ افتِرَاقًا عَن دَينٍ بِدَينٍ وَ ذَكَرَ فِى بَعضِ شُرُوحِ مُختَصَرِ الطَّحَاوِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَبطُلُ لَا لِكَونِهِ صَرفًا بَل لِتَمَكُّنِ

رِبَا النَّسَاءِ فِيهِ لِوُجُودِ أَحَدِ وَصفَى عِلَّةِ رِبَا الفَضلِ وَ هُوَ الجِنسُ وَ هُوَ الصَّحِيحُ. (بدائع الصنائع ۵/۲۳۷، ط: ایچ ایم سعید)

وقال العلامة البابرتی رحمه الله تعالیٰ :وَ يَجُوزُ بَيعُ الفَلسِ بِالفَلسَينِ بِأَعيَانِهِمَا إلَخ بَيعُ الفَلسِ بِجِنسِهِ مُتَفَاضِلًا عَلَى أَوجُهٍ أَربَعَةٍ: بَيعُ فَلسٍ بِغَيرِ عَينِهِ بِفَلسَينِ بِغَيرِ أَعيَانِهِمَا. وَ بَيعُ فَلسٍ بِعَينِهِ بِفَلسَينِ بِغَيرِ أَعيَانِهِمَا. وَ بَيعُ فَلسٍ بِغَيرِ عَينِهِ بِفَلسَينِ بِأَعيَانِهِمَا. وَ بَيعُ فَلسٍ بِعَينِهِ بِفَلسَينِ بِأَعيَانِهِمَا. وَ الكُلُّ فَاسِدٌ سِوَى الوَجهِ الرَّابِعِ. أَمَّا الأَوَّلُ فَلِأَنَّ الفُلُوسَ الرَّائِجَةَ أَمثَالٌ مُتَسَاوِيَةٌ قَطعًا لِاصطِلَاحِ النَّاسِ عَلَى إِهدَارِ قِيمَةِ الجَودَةِ مِنهَا فَيَكُونُ أَحَدُ الفَلسَينِ فَضلًا خَالِيًا عَنِ العِوَضِ مَشرُوطًا فِى العَقدِ وَ هُوَ الرِّبَا. وَ أَمَّا الثَّانِى فَلِأَنَّهُ لَو جَازَ أَمسَكَ البَائِعُ الفَلسَ المُعَيَّنَ وَ طَلَبَ الآخَرَ وَ هُوَ فَضلٌ خَالٍ عَنِ العِوَضِ. وَ أَمَّا الثَّالِثُ فَلِأَنَّهُ لَو جَازَ قَبضُ البَائِعِ لِلفَلسَينِ وَ رَدَّ إِلَيهِ أَحَدُهُمَا مَكَانَ مَا استَوجَبَهُ فِى ذِمَّتِهِ فَيَبقَى الآخَرُ لَهُ بِلَا عِوَضٍ. وَ أَمَّا الوَجهُ الرَّابِعُ فَجَوَّزَهُ أَبُو حَنِيفَةَ وَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. وَ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّ الثَّمَنِيَّةَ فِى الفَلسِ تَثبُتُ بِاصطِلَاحِ الكُلِّ وَ مَا يَثبُتُ بِاصطِلَاحِ الكُلِّ لَا يَبطُلُ بِاصطِلَاحِهِمَا لِعَدَمِ وِلَايَتِهِمَا عَلَى غَيرِهِمَا فَبَقِيَت أَثمَانًا وَ هِيَ لَا تَتَعَيَّنُ بِالِاتِّفَاقِ فَلَا فَرقَ بَينَهُ وَ بَينَ مَا إِذَا كَانَا بِغَيرِ أَعيَانِهِمَا وَ صَارَ كَبَيعِ الدِّرهَمِ بِالدِّرهَمَينِ. وَ بِهَذَا يَتَبَيَّنُ أَنَّ الفُلُوسَ الرَّائِجَةَ مَا دَامَت رَائِجَةً لَا تَتَعَيَّنُ بِالتَّعيِينِ حَتَّى لَو قُوبِلَت بِخِلَافِ جِنسِهَا كَمَا إِذَا اشتَرَى ثَوبًا بِفُلُوسٍ مُعَيَّنَةٍ فَهَلَكَت قَبلَ التَّسلِيمِ لَم يَبطُل العَقدُ كَالذَّهَبِ وَ الفِضَّةِ.

(العناية ۷/۲۰،ط:رشيدية)

﴿سوال نمبر۵﴾

عمر جان نے دس لاکھ حوالہ کی پرچی احمد شاہ کو دی اور احمد شاہ نے اس کے بدلے میں فی ڈالر ۹۳ روپے کے حساب سے دیا، پھر اسی وقت عمر جان نے احمد شاہ پر فی ڈالر ۹۰ روپے پر نقداً بیچ دیا، تو اس نقد اور پرچی کے درمیان تین روپے فی ڈالر نقصان ہوا، اور دوسری صورت یہ ہے کہ احمد شاہ کو عمر جان حوالہ کی پرچی دیتا ہے اور احمد شاہ کے ذمہ ان کے دس لاکھ کے ڈالر ہو جاتے ہیں اور پھر عمر جان ان ڈالروں کو قبضہ کرنے سے پہلے ہی احمد شاہ سے کہتا ہے کہ ان ڈالروں کے بدلے ان کی نقد رقم پاکستانی روپیہ دینا، اسی طرح ان دونوں کے درمیان دوبارہ تبادلہ ہو جاتا ہے تو پرچی کا ڈالر سے تبادلہ اور ڈالر کا پاکستانی کرنسی سے تبادلے کی یہ دونوں صورتیں جن میں ڈالر پر کبھی قبضہ ہوتا ہے اور کبھی نہیں، یہ صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ دونوں صورتیں بالاتفاق ناجائز ہیں، کیونکہ اس میں ربا الفضل، ربا النسیئۃ، تسعیر اور حکومتی قانون کی مخالفت جیسے ناجائز امور پائے جاتے ہیں۔

﴿سوال نمبر۶﴾

احمد شاہ حوالے والے نے ایک دوسرے حوالے والے سے ڈالر کی قیمت معلوم کی اور کہا کہ ایک لاکھ روپے کے ڈالر میرے کھاتے میں جمع کردو، اس نے احمد شاہ کے کھاتے میں وہ ڈالر جمع کردیے، ابھی احمد شاہ نے پاکستانی روپے جمع نہیں کیے تھے کہ ڈالر کی قیمت کم یا زیادہ ہوگئی، تو احمد شاہ اُس حوالے والے سے یا وہ شخص احمد شاہ سے یہ کہتا ہے کہ یہ زیادہ ڈالر یا روپیہ مجھے دے دو، اس طرح ان کا آپس میں بغیر کچھ لیے دیے تبادلہ ہو جاتا ہے، تو اس طرح بغیر لیے دیے احمد شاہ کو کبھی نفع اور کبھی نقصان ہو جاتا ہے۔

کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ احمد شاہ کی اس حوالے والے کے پاس اس کے کھاتے میں پہلے سے رقم موجود ہوتی ہے اور کبھی نہیں، اس طرح کا کاروبار جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ دونوں صورتیں بالاتفاق ناجائز ہیں۔ کیونکہ اس میں بیع الکالی بالکالی، ربا الفضل، ربا النسیئۃ، قمار، تسعیر اور حکومتی قانون کی مخالفت جیسے ناجائز امور پائے جاتے ہیں۔

﴿سوال نمبر۷﴾

احمد شاہ حوالے والے کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھے دس لاکھ قرض کی پرچی دس دن کے لیے دو اور اس کے بعد دس لاکھ وصول نہیں کرتا بلکہ اس کے بدلے میں تفاضل کے ساتھ افغانی لیتے ہیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں بیع الکالی بالکالی، ربا الفضل اور ربا النسیئۃ جیسے ناجائز امور پائے جاتے ہیں۔

﴿سوال نمبر۸﴾

احمد شاہ نے ظاہر شاہ کے نام پر پرچی دی اور ظاہر شاہ نے حوالے کی پرچی زید کو دی اور زید نے بکر کو دی، تو بکر نے احمد شاہ حوالے والے سے جب اپنے وقت پر کیش طلب کیا تو اس نے بکر کو کہا کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے، اور اس کو اپنے اصلی مالک یعنی ظاہر شاہ کو دے دو اور اس پرچی کا وصول کرنا اسی کا ذمہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ احمد شاہ جو اس پرچی پر لکھی ہوئی رقم بکر کو نہیں دیتا تو کیا اس طرح کرنا اس کے لیے جائز ہے؟ نیز اس پرچی پر لکھی ہوئی رقم کی وصولی کس سے

ہوگی؟ پرچی لکھنے والے احمد شاہ سے یا جس کے نام پر پرچی لکھی ہے یعنی ظاہر شاہ سے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ حوالے کی پرچی ہے، اور عرفاً یہ بات مشہور ہے کہ احمد شاہ نے اس پرچی پر لکھی ہوئی رقم کی ذمہ داری قبول کی ہے، لہٰذا احمد شاہ کے ذمہ واجب ہے کہ وہ جو بھی پرچی لائے اس کو رقم ادا کرے، خواہ وہ بکر ہو، عمرو ہو یا خالد۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: قوله (وحكمها لزوم المطالبة على الكفيل) أي ثبوت حق المطالبة متى شاء الطالب سواء تعذر عليه مطالبة الأصيل أو لا فتح . وذكر في الكفاية أن اختيار الطالب تضمين أحدهما لا يوجب براء ة الآخر ما لم توجد حقيقة الاستيفاء فلذا يملك مطالبة كل منهما بخلاف الغاصب وغاصب الغاصب اهـ (الشامية ۲۸۴/۵، ط:سعيد)

وقال ملك العلماء الكاساني رحمه الله تعالىٰ: وأما بيان حكم الحوالة فنقول وبالله تعالى التوفيق، الحوالة لها أحكام. منها: براء ة المحيل وهذا عند أصحابنا الثلاثة وقال زفر الحوالة لا توجب براء ة المحيل ...... ولنا أن الحوالة مشتقة من التحويل وهو النقل فكان معنى الانتقال لازما فيها والشيء إذا انتقل إلى موضع لا يبقى في المحل الأول ضرورة ومعنى الوثيقة يحصل بسهولة الوصول من حيث الملائة والإنصاف ولو كفل بشرط برائة الأصيل جاز وتكون حوالة لأنه أتى بمعنى الحوالة.

(بدائع الصنائع ۱۷/۶، ط:سعيد)

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: مطل الغني ظلم و اذا اتبع احدكم على ملىء فليتبع.

.... فمراد الحديث أن المديون اذا كان غنيا فلا يسع له

التاخير و التسويف في أداء دينه، و المراد من الغني ههنا من قدر على أداء دينه و لو كان في نفسه فقيرا، و اختلفوا هل يعد الرجل غنيا اذا لم يكن عنده شيء و لكنه يقدر على الاكتساب، فقيل: يعد غنيا، و قيل: لا .... ثم جعل الحديث "مطل الغني" ظلما للمبالغة في التنفيذ عن المطل و به استنبط السحنون من المالكية أن الغني المماطل لا تقبل شهادته لكون الحديث نصا على أنه ظالم.

(صحيح مسلم مع تكملة فتح الملهم ۵۰۸/۱، ط: مكتبه دار العلوم)

﴿سوال نمبر۹﴾

نصیب اللہ نے ایک لاکھ کی نقد رقم احمد شاہ حوالے والے کے پاس بطورِ قرض جمع کر کے اس سے کہا کہ ایک مہینے کی مدت اور تاریخ پر دو لاکھ کی پرچی دے دے اور احمد شاہ نے اس کو دو لاکھ کی حوالے کی پرچی دے دی اور اس نے اس پرچی سے وہ سامان خریدا اور آگے بیچ دیا، اور اس کی رقم جو نقد نصیب اللہ کو ملی وہ اٹھارہ ہزار روپے ہے۔ اور اس نے ان روپوں کو پھر حوالے والے کے پاس جمع کیا تو اس نے اس کو پچیس ہزار کی پرچی دی اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ نصیب اللہ کی ساری رقم احمد شاہ حوالے والے کے پاس رکھی ہوتی ہے اور بوقت ضرورت اس سے اس رقم کے بقدر یا اس سے زیادہ کی پرچی لے لیتا ہے۔

اس طرح کاروبار یا ادھار کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

قرض کا اس طرح معاملہ کرنا جس میں قرض دینے والے کا کسی اعتبار سے بھی نفع لفظاً یا عرفاً مشروط ہو یہ کل قرض جر منفعة میں داخل اور سود ہے، یہاں حوالے

والے احمد شاہ کا نفع اس طرح ہے کہ وہ قرض کی وجہ سے اس گاہک نصیب اللہ کو اپنے پاس ٹکائے گا نیز ایک نفع یہ بھی حاصل کرتا ہے کہ بعض گاہک حوالے والے پاس بطورِ قرض اپنی رقم جمع کراتے ہیں جس سے حوالے والا نفع اٹھاتا ہے اور گاہک نصیب اللہ اس کے پاس بعض صورتوں میں جو رقم رکھتا ہے یہ قرض ہے اور یہ قرض اس لیے دیتا ہے تاکہ بوقتِ ضرورت حوالے والا بھی قرض دے جس کی طرف سوال کی ابتداء میں اشارہ ہے اور یہ قرض سے نفع لینا ہے اور کتابوں میں اس بات کی تصریح ہے کہ جس سے قرض لو اس سے عاریت وغیرہ پر کچھ نہ لو۔

﴿سوال نمبر۱۰﴾

نصیب اللہ نے حوالے والے احمد شاہ کو ایک لاکھ روپے قرض دے کر کہا کہ مجھے دو لاکھ کا ادھار سامان خریدنا ہے مہینہ پورا ہونے پر یا تو آپ کو یہ پرچی واپس کروں گا یا دو لاکھ روپے اس طرح کہ ایک لاکھ جو قرض ہے وہ چھوڑ دوں گا اور ایک لاکھ مزید ادا کروں گا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حوالہ کی مارکیٹ اور شعبے میں یہ بات معروف ہے کہ جانبین سے اس طرح قرض اور حوالہ کی پرچیاں اس غرض اور مقصد سے دی جاتی ہیں کہ نصیب اللہ جیسے گاہک میرے ساتھ ٹکے رہیں گے اور موقع بموقع قرض دیتے رہیں گے جس سے میں انتفاع کرتا رہوں گا اس طرح گاہک یعنی نصیب اللہ قرض دے کر زیادہ رقم کی پرچی کا انتفاع لیتا رہتا ہے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صورتِ سوال میں نصیب اللہ نے قرض دے کر جو دو لاکھ کی پرچی لی ہے یہ **المعروف کالمشروط** کے قاعدے کے پیشِ نظر حدیث **کل قرض الخ** میں داخل ہے اور سود وحرام ہے اور احمد شاہ حوالے والا

جو حوالہ قبول کر کے پرچی دے رہا ہے وہ اس قاعدہ کے پیشِ نظر اس حوالہ سے قرض لینے اور دینے کے عوض لے رہا ہے اور کفالہ اور حوالہ پر عوض لینا شرعاً حرام ہے۔

﴿سوال نمبر۱۱﴾

نصیب اللہ کا احمد شاہ حوالے والے کے ذمہ پہلے سے دو لاکھ قرض ہے اب وہ احمد شاہ سے کہتا ہے کہ اب مجھے ایک مہینے کی مدت اور تاریخ پر دو لاکھ حوالہ کی پرچی دو اس تاریخ میں آپ کو یہ پرچی واپس کروں گا یا مزید دو لاکھ دوں گا یا وہی دو لاکھ جو آپ کے پاس پڑے ہوئے ہیں اگر وہ سالم ہوں تو وہ لے لو، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کا جواب بعینہٖ سوال نمبر۹ کی طرح ہے۔

﴿سوال نمبر۱۲﴾

نصیب اللہ کے پاس فرنیچر تھا اس نے جا کر احمد شاہ حوالے والے کو دو لاکھ پر ایک مہینے کے ادھار پر بیچا اس کے بعد اس سے کہا کہ آپ کے ذمہ میرے جو دو لاکھ دین (ادھار) ہے اس کے بدلے میں مجھے ایک مہینے کی حوالے کی پرچی دے دو، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے، کیوں کہ اس میں خلافِ شرع کوئی بات نہیں۔

﴿سوال نمبر۱۳﴾

نصیب اللہ اور احمد شاہ حوالے والا آپس میں اس طرح سودا کرتے ہیں کہ ایک لاکھ پاکستانی......افغانی کے عوض ایک مہینے کے ادھار پر مجھ سے خرید و اور ایک لاکھ اور بھی مجھ سے خرید و لیکن اس شرط کے ساتھ کہ میں ثمن مہینے کے بعد دوں گا اور آپ

مبیع ایک مہینے کے بعد دو گے،لیکن اعتماد کے لیے حوالہ کی پرچی مجھے ابھی دے دو،اس صورت کا حکم کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میں دو بیع ہیں اور دوسری بیع پہلی بیع کے ساتھ مشروط ہے۔درج ذیل وجوہ کی بناپر دونوں ناجائز ہیں:

(۱) پہلی بیع کے عدمِ جواز کی وجوہ :

(الف) اس میں ربا النسیئۃ ہے۔

(ب) اس میں مقتضائے عقد کے خلاف شرط ہے۔اور مقتضائے عقد کے خلاف شرط لگانے سے عقد فاسد ہوتا ہے اور عقدِ فاسد واجب الرد اور بحکم سود ہے۔

(۲) دوسری بیع کے عدمِ جواز کی وجوہ :

(الف) بیع الکالی بالکالی ہے۔

(ب) اگر اس کے لیے بھی پہلی بیع شرط ہو تو یہ ’’صفقۃ فی صفقۃ‘‘ کی وجہ سے بھی ناجائز ہے۔

﴿سوال نمبر۱۴﴾

حاجی بابو نے احمد شاہ سے ایک لاکھ کی پرچی ادھار لی جبکہ اس کا کوئی کاروبار نہیں ہے۔وہ اس پرچی سے کاروبار کرے گا اور جو رقم اس سے حاصل ہوگی وہ احمد شاہ کو واپس دے گا۔تو کیا حاجی بابو کا اس طرح پرچی ادھار لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) حوالے والا احمد شاہ یہ پرچی بطورِ ضمانت اور کفالت دے رہا ہے۔

(۲) بطورِ بیع پرچی دے رہا ہے۔

پہلی صورت کا حکم : یہ کفالت اور ضمانت ہے لہٰذا اگر احمد شاہ حوالے کی پرچی کی وجہ سے زیادہ رقم وصول کر رہا ہے تو یہ ضمانت اور کفالت کا عوض وصول کر رہا ہے جو کہ ناجائز ہے البتہ اگر عوض وصول نہیں کر رہا تو جائز ہے کیوں کہ بدوں عوض ضمانت اور کفالت جائز ہے۔

دوسری صورت کا حکم : بیع کی صورت میں جس نے حوالے کی پرچی دی ہے اگر اس نے اس پرچی کے عوض میں یہی کرنسی یا دوسری کرنسی میں تفاضل کی شرط لگائی ہے تو اس شرط کے ساتھ پرچی دے کر بیع کا معاملہ کرنا بیع الکالی بالکالی، ربا الفضل کی وجہ سے سود اور حرام ہے۔اور اگر زیادتی کی شرط نہیں تو بھی بیع الکالی بالکالی کی وجہ سے حرام ہے۔اور اگر حوالے پر جدا کمیشن لیتا ہے تو یہ بھی ناجائز ہے۔

﴿سوال نمبر۱۵﴾

ظاہر شاہ نے احمد شاہ حوالے والے کو دس لاکھ روپے ادھار دے کر بیس لاکھ کی پرچی طلب کی جو اس کو دے دی گئی، پھر دس دن بعد بیس لاکھ جمع کر کے چالیس لاکھ کی پرچی وصول کی، اس طرح چالیس لاکھ جمع کر کے پچاس لاکھ کی پرچی طلب کی۔اب اگر احمد شاہ اس کو زیادہ کی پرچی بنا کر نہیں دے گا تو ظاہر شاہ ناراض ہو جائے گا، اور اگر ظاہر شاہ احمد شاہ حوالے والے کے علاوہ کسی اور حوالے والے سے ادھار پرچی لے گا تو احمد شاہ اس سے ناراض ہوگا، تو ان کا آپس میں اس طرح معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کا حکم سوال نمبر۹ کی طرح ہے۔

﴿سوال نمبر۱۶﴾

ظاہر شاہ ایک کاروباری آدمی ہے، وہ احمد شاہ حوالے والے کے پاس آیا اور احمد شاہ حوالے والے کے پاس دولاکھ کی نقد رقم جمع کی اور اس سے بلاشرط یہ طے کردیا کہ ہماری ضرورت ہوئی تو آپ ہمیں ادھار پرچی دیں گے تو احمد شاہ حوالے والے نے ۳ لاکھ کی حوالے کی پرچی دے دی، جس پر دس دن کا وقت رکھ دیا، اور ظاہر شاہ نے اس پرچی سے سامان خریدا اور حاصل شدہ نفع سے اپنی رقم ملا کر اس پرچی سے زیادہ پیسے حوالے والے کے پاس جمع کیے۔ کیا اس طرح بلاشرط کمی، زیادتی یا نقد، ادھار ایک دوسرے کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کا حکم سوال نمبر ۹ کی طرح ہے۔

﴿سوال نمبر۱۷﴾

احمد شاہ حوالے والے کے پاس ظاہر شاہ آیا، اور ۲۰ لاکھ کی رقم پاکستانی روپے جمع کیے اور اس سے ۳۰ ہزار ڈالر دبئی میں طلب کیے، جبکہ ۲۰ لاکھ کے ۲۴ ہزار ڈالر ہوتے ہیں اور ۶ ہزار ڈالر اس پر احمد شاہ کے ادھار ہوں گے، جو پاکستانی رقم کی صورت میں اس کو دو ماہ بعد دینا ہوگا اور اس پر قبضہ بھی نہیں ہوا، کیا اس کے لیے یہ ادھار لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔ اگر بیس لاکھ روپے کی بین الاقوامی قیمت چوبیس ہزار ڈالر کے برابر ہو تو ربا النساء ہے اور اگر کم ہے تو ربا الفضل بھی ہے، اگر مشروط بھی ہو تو یہ مفسدِ عقد ہے تو بیع فاسد ہوگی جو بحکمِ سود ہے اور چھ ہزار ڈالر کا قرض اگر پاکستانی روپے ابھی مقرر کیا ہے تو اس میں بیع الکالی بالکالی اور ربا النسیۃ بھی ہے۔

﴿سوال نمبر۱۸﴾

(۱) ہنڈی والے ایک ملک سے دوسرے ملک مثلاً دبئی سے پاکستان رقم منتقل کرنے پر کرائے کے نام سے کچھ رقم لیتے ہیں، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ مثلاً ایک لاکھ درہم کسی نے دیا اور یہ کہا کہ اس کے جو پاکستانی روپے بنتے ہیں مثلا ایک لاکھ کے تیس لاکھ فلاں جگہ فلاں جگہ درکار ہے، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے، لیکن اس کا کرایہ ادا کرنا ہوگا مثلاً ایک لاکھ کا پانچ ہزار روپے کرایہ ہوگا، یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) ایک ہی ملک میں ایک شہر سے دوسرے شہر مثلاً کراچی سے پشاور رقم بھیجنے پر کرائے کے نام سے کچھ رقم زائد کاٹتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

(۱) جب پاکستانی روپے دوسری کرنسی سے بدلتے ہیں تو اس میں بین الاقوامی ریٹ کے خلاف کمی زیادتی کرنے میں ربا الفضل بھی ہے اور ربا النسیئۃ بھی ہے اور اگر ریال کا چیک یا حوالے کی پرچی دی ہے تو اس میں بیع الکالی بالکالی کی خرابی بھی ہے اور اجرت بھی جائز نہیں۔ صورتِ جواز دو ہیں :

(الف) دبئی میں وہ درہم قرض دے، پھر جس وقت پاکستان میں آدمی پیسے دے رہا ہو تو اس قرض کے عوض بیع الاقوامی ریٹ کے مطابق پاکستانی روپے دے۔

(ب) دراہم دے کر پاکستانی روپے اسی وقت لے لے، پھر پاکستانی روپے ہنڈی والے کو قرض دے دے۔

(۲) یہ صورت جائز ہے۔ اسی طرح ایزی پیسہ کے ذریعے بھیجنا بھی جائز ہے بشرطیکہ نقد کرنسی پہلے ہنڈی والے اور ایزی پیسہ والے کو دے۔

ان دونوں صورتوں میں پہنچانے کی اجرت لینا جائز ہے۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

’’بندہ کے خیال میں جب قرض سے اسقاطِ خطرِ طریق مقصود نہ ہو بلکہ صرف دوسرے مقام تک ایصال مقصود ہو تو یہ سفتجۂ مکروہہ میں داخل نہیں اگرچہ یہ سقوطِ خطرِ طریق کو مستلزم ہے، مگر مقصود اور لازم میں فرق ہے............فارم کی کتاب آج کل ڈاکخانہ کا ملازم نہیں پر کرتا بلکہ رقم بھیجنے والا خود فارم پُر کرتا ہے، اس صورت میں منی آرڈر کی فیس کو رجسٹر میں درج کرنے، رسید کاٹنے، اور فارم بھیجنے کی اجرت قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ اس میں بھی کوئی محظور نظر نہیں آتا کہ فیس منی آرڈر کو قرض دوسرے مقام تک پہنچانے کی اجرت قرار دیا جائے، بندہ کے خیالِ مذکور کی تائید شرح وقایہ کے حاشیہ تکملہ عمدۃ الرعایہ کتاب الحوالہ میں مولانا فتح محمد تائب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق سے بھی ہوتی ہے، محشی موصوف نے اس مقام پر منی آرڈر اور ہنڈی کی دیگر اقسام کی تفصیل اور ان کے احکام بیان فرمائے ہیں ونصہ:

’’و یجب أن یعلم أن التی فی زماننا المسماۃ فی لساننا (بھندی منی آرڈر) لیس فی ھذا و لا له حکم السفاتج لأن السفاتج کانت لسقوط الخطر أو للوصول، قلت: بلی، و لکن الخطر مما لا یجوز الکفالة به و لا أجری علیه لأنه لیس فی وسع الانسان الا دفع اللصوص و الحفظ انما بفضل الله تعالی، و أما الایصال تحل الأجر ة علیه، و یمکن العھدة علیه فلا یلزم من النھی عن نفع سقوط الخطر کراھة أجرة الایصال، لکن الاشکال فی تصویره و تقریره فی أیّ عقد یحصل ھی لیأخذ حکمه؟ قلت: انھا حوالة، و أنت تعلم أن الحوالة قد تکون بمعنی الوکالة، و قد تکون أن یحتال للدائن، و قد یحتال لغیر الدائن، و کذلک المحتال علیه قد یکون مدیونا للمحیل، و قد لا یکون و قد یعطی المال من عنده ثم یأخذ من المحیل، و قد یاخذ من المحیل ثم یؤدی الی المحتال له، و قد یربح فی المال الذی أخذ من المحیل، و یکون الربح حلالا له کما مر فی الکفالة،

فاذا دفع المحیل مالا الی المحتال علیه و قال: ادفعه الی فلان فی البلد الفلانی و لک أجرة فی ایصاله و حسابه، فأی محظور یلزم لیحکم بالمنع؟ و لا روایة أن الوکیل أو المحتال علیه حرام علیه الأجرة و الأخذ من المؤکل أو المحیل، ان عمل فیه عملا فلا بأس به ان شاء الله تعالی، لا سیما فی ھذا الزمن ان نجزم بمنعه تعطلت الأمور، و کسدت التجارات، و انقلبت الأحوال من الیسر الی العسر، فلا یضاق علی الناس، و لا یفتی بالفتنة بمجرد التأویل و التعبیر، فیجب أن لا یسمع قول قائل بلا أمر فاصل و نص ناطق، و بعد ھذا فاعلم أن الھندی الذی حصل لنا علمھا الی الآن علی خمسة اقسام، الاولی منی آرڈر و ھو أن یدفع الدراھم الی الحکومة و یکتب أن یدفعه الی البلد الفلانی الی الفلانی فأعوانھا یأخذون الدراھم ھنا و شیئا زائدا لأجرتھا ثم یدفعون الی المرسل الیه، و ان لم یأخذ ھو أو لم یعرف مکانه یردون الی المرسل، و الثانیة ھو مایعاملون به الصیارفة و یأخذون الدراھم ھھنا مع شیء زائد فی أجرتھم ثم یعطون سندا مکتوبا فیه ذلک الدراھم فیرسل الدافع السند الی من أرسل الیه الدراھم و ھو یذھب بالسند الی دار وکیل الآخذ الذی فی بلده و یأخذ ماله عنه، و الثالثة أن یدفع درھما مؤجلا الی شھر أو شھرین و یکتب مثل ما قلنا فلا یعطی الا بعد الأجل، لا بأس بذلک، لکن المحظور فیه أمران أحدھما أن یرد شیئا علی المحیل للأجل، و ثانیھما أن یاخذ المحتال علیه عن المحتال له شیئا ان طلب ھو قبل الأجل، و کل ذلک ربا، لکنه لایتعلق بالعقد مالم یشترط، و الرابعة أن یاخذ رجلا مالا من الآخر و أحال به علی آخر مؤجلا، و یکتب مثل ما قلنا، لکن المحیل یدفع الی المحتال علیه شیئا سوی الآخر و المدفوع حرام، و الخامسة أن یکتب رجل حوالة علی الآخر و یدفعه الی رجل

فیطلب هو من المکتوب الیه و اذا قبض منه یعطیه و أخذ أجرته، فلا بأس بکلها الا ما صرحنا بکراهته لکن الاحتیاط فی مثل ذلک المعاملات من الربا واجب هذا ما ظهر لی فی المقام بالهام الملک العلام فخذها و تشکر.'' (تکملة عمدة الرعایة علی شرح الوقایة ۱۱۹/۳ بحواله احسن الفتاوی ۱۰۹/۷، ط: سعید)

﴿سوال نمبر۱۹﴾

حوالے کی جو صورتیں ہم نے بیان کی ہیں اگر کوئی ان کے ہاں نوکر ہو، منشی ہو یا مزدور مثلاً جو چائے وغیرہ پکائے تو کیا ان کے لیے ان سے تنخواہ کی رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو میں نے تو ایک سال سے ان سے تنخواہ لی ہے، اس کا کیا کروں؟ جبکہ اب میں توبہ و استغفار کر چکا ہوں۔ نیز حوالے والے کے گھر سے کھانا، پینا، دعوت اور ہدیہ قبول کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم ملهم الصواب

تنخواہ چونکہ منافع سے دی جاتی ہے اور ہنڈی کے کاروبار کے اکثر اور زیادہ تر منافع حرام ہیں لہٰذا آپ کے لیے تنخواہ لینا جائز نہیں تھا اور اب تک جو وصول کیا ہے ان کے بقدر بلا نیت ثواب صدقہ کریں، اور اگر آپ غریب ہیں تو توبہ و استغفار ہی کافی ہے۔ چونکہ ان کی اکثر آمدنی حرام ہے۔ لہٰذا ان کی دعوت غنی اور فقیر دونوں کے لیے جائز نہیں، البتہ ہدیہ میں فرق ہے فقیر کے لیے جائز ہے غنی کے لیے جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالی :مطلب: الحرمة تتعدد: (قوله: الحرمة تتعدد إلخ) نقل الحموی عن سیدی عبد الوهاب الشعرانی أنه قال: فی کتابه المنن: و ما نقل عن بعض الحنیفة من أن الحرام لا یتعدی ذمتین، سألت عنه الشهاب ابن الشلبی

فقال: هو محمول علی ما إذا لم یعلم بذلک، أما لو رأی المکاس مثلا یأخذ من أحد شیئا من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ من ذلک الآخر آخر فهو حرام اهـ.

مطلب: فیمن ورث مالا حراما: (قوله: إلا فی حق الوارث إلخ) أی فإنه إذا علم أن کسب مورثه حرام یحل له لکن إذا علم المالک بعینه فلا شک فی حرمته و وجوب رده علیه، و هذا معنی قوله: و قیده فی الظهیریة إلخ، و فی منیة المفتی: مات رجل و یعلم الوارث أن أباه کان یکسب من حیث لا یحل و لکن لا یعلم الطالب بعینه لیرد علیه حل له الإرث و الأفضل أن یتورع و یتصدق بنیة خصماء أبیه .اهـ و کذا لا یحل إذا علم عین الغصب مثلا و إن لم یعلم مالکه، لما فی البزازیة: أخذه مورثه رشوة أو ظلما إن علم ذلک بعینه لا یحل له أخذه و إلا فله أخذه حکما، أما فی الدیانة فیتصدق به بنیة إرضاء الخصماء اهـ. (الشامیة ۳۰۷/۷، ط: رشیدیه)

﴿سوال نمبر۲۰﴾

اگر کوئی تاجر اس طرح ناجائز کاروبار کسی حوالے والے کے ساتھ کرتا ہو تو اس کی آمدنی حلال ہے یا حرام اور اس کے گھر سے کھانا کیسا ہے؟ اگر کسی نے اس تاجر کے گھر سے کھانا کھایا ہو یا اس کے ہاتھ کا ہدیہ قبول کیا ہو تو اس کے بدلے میں کیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا؟

الجواب باسم ملهم الصواب

اس طرح کاروبار حرام ہے لہٰذا اس کا کرنا بھی حرام ہے، اور جو رقم بنامِ اجرت یا بنامِ نفع حاصل کی گئی ہے وہ بھی حرام ہے۔ اگر اس تاجر کی کوئی اور اس آمدن سے زیادہ جائز آمدن نہ ہو تو ان کے گھر سے کھانا یا غنی کے لیے ان سے ہدیہ قبول کرنا

جائز نہیں، اور اب تک جو کچھ ان کے ہاتھ کا ہدیہ یا دعوت قبول کی ہے تو اس کے بقدر صدقہ کرے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :مطلب: الحرمة تتعدد: (قوله: الحرمة تتعدد إلخ) نقل الحموی عن سیدی عبد الوهاب الشعرانی أنه قال: فی کتابه المنن: و ما نقل عن بعض الحنیفة من أن الحرام لا یتعدی ذمتین، سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال: هو محمول علی ما إذا لم یعلم بذلک، أما لو رأی المکاس مثلا یأخذ من أحد شیئا من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ من ذلک الآخر آخر فهو حرام اهـ.

مطلب: فیمن ورث مالا حراما: (قوله: إلا فی حق الوارث إلخ) أی فإنه إذا علم أن کسب مورثه حرام یحل له لکن إذا علم المالک بعینه فلا شک فی حرمته و وجوب رده علیه، و هذا معنی قوله: و قیده فی الظهیریة إلخ، و فی منیة المفتی: مات رجل و یعلم الوارث أن أباه کان یکسب من حیث لا یحل و لکن لا یعلم الطلب بعینه لیرد علیه حل له الإرث و الأفضل أن یتورع و یتصدق بنیة خصماء أبیه .اهـ و کذا لا یحل إذا علم عین الغصب مثلا و إن لم یعلم مالکه، لما فی البزازیة: أخذه مورثه رشوة أو ظلما إن علم ذلک بعینه لا یحل له أخذه و إلا فله أخذه حکما، أما فی الدیانة فیتصدق به بنیة إرضاء الخصماء اهـ. (الشامیة ۷/۳۰۷، ط: رشیدیه)

﴿سوال نمبر۲۱﴾

کیا حوالہ اور کفالہ کی صحت کے لیے مجلسِ واحد ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میں دو قول ہیں اور دونوں مصحح (مفتیٰ بہ) ہیں۔

لہٰذا احوط قول یہ ہے کہ طالب اور مکفول لہ (قرض خواہ) کی طرف سے اسی مجلس میں کوئی فضولی (اجنبی) اس حوالہ اور کفالہ کو قبول کر لے، تو اس صورت میں یہ حوالہ اور کفالہ منعقد ہو جائے گا لیکن اس کا لزوم قرض خواہ کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر اس نے اجازت دی تو لازم ہو جائے گا اگر رد کر دیا تو ختم ہو جائے گا۔

اوسع و ایسر قول یہ ہے کہ بدوں فضولی (اجنبی) کے قبول کیے بھی ایجاب منعقد ہے، صرف قبول موقوف ہے۔ اگر مجلسِ آخر (دوسری کسی مجلس) میں طالب اور مکفول لہ (قرض خواہ) نے قبول کر لیا تو منعقد ہو جائے گا اور رد کر لیا تو باطل ہو جائے گا۔

لہٰذا دونوں صورتوں میں طالب اور مکفول لہ (قرض خواہ) کو یہ حق حاصل ہے کہ کفیل اور محتال علیہ سے مطالبہ کریں اور کفیل اور محتال علیہ پر لازم ہے کہ اس کے حق کو ادا کریں۔

اس کی آسان اور عام فہم تعبیر یہ ہے کہ جس شخص نے مقروض کو چیک یا حوالہ کی پرچی دی کہ یہ قرض خواہ کو دے دو تو یہ چیک دینے والا اور حوالہ کی پرچی دینے والا کفیل اور محتال علیہ (ضامن) بن گیا ادھار دینے والے کے لیے۔

لہٰذا اگر مقروض نے ادھار دینے والے کا ادھار ادا نہ کیا تو ادھار دینے والے کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ جس نے اپنے نام کا چیک یا حوالہ کی پرچی دی ہے اس سے اپنے حق کا مطالبہ کر کے وصول کرے۔ اور چیک یا حوالہ کی پرچی دینے والے پر شرعاً لازم ہے کہ وہ ادھار دینے والے کے حق کو ادا کرے۔

قال العلامة ابوبکر بن علی الحدادی رحمه الله تعالیٰ : قوله (ولا تصح الکفالة إلا بقبول المکفول له فی مجلس العقد) و کذا الحوالة أیضا وهذا قولهما وقال أبو یوسف لا یعتبر

ذلک فی المجلس بل إذا بلغه فأجازه ورضی به جاز وفی بعض النسخ لم یشترط الإجازة عنده وتجوز من غیر إجازة والخلاف فی الکفالة فی النفس والمال جمیعا وجه قولهما أن فی الکفالة معنی التملیک وهو تملیک المطالبة منه فیقوم بهما جمیعا أی بالإیجاب والقبول والإیجاب شطر العقد فلا یتوقف علی ما وراء المجلس ولأن الکفالة عقد یتعلق به حق المکفول له فوقف علی رضاه وقبوله کالبیع. (الجوهرة النیرة ١/٣٧٨،ط:حقانیه)

وقال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ :شرائط الحوالة .... ومنها:مجلس الحوالة وهو شرط الانعقاد عند أبی حنیفة ومحمد وعند أبی یوسف شرط النفاذ حتی ان المحتال لو کان غائبا عن المجلس فبلغه الخبر فاجازلا ینفذ عندهما وعند أبی یوسف ینفذ والصحیح قولهما لان قبوله من أحد الارکان الثلاثة فکان کلامهما بدون شرط العقد فلا یقف علی غائب عن المجلس کما فی البیع. (بدائع الصنائع٥/ ٩،ط:رشیدیة)

قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ : قوله: وبلا قبول الطالب فی مجلس العقد أی وبطلت الکفالة بلا قبول الطالب فی مجلس الإیجاب أی لم تنعقد أصلا وهذا عند أبی حنیفة ومحمد وقال أبو یوسف یجوز إذا بلغه فأجاز ولم یشترط فی بعض النسخ الإجازة وهو الأظهر عنه والخلاف فی الکفالة فی النفس والمال جمیعا له أنه تصرف التزام فیستبد به الملتزم وهذا وجه الظاهر عنه ووجه التوقف ما قدمناه فی الفضولی فی النکاح ولهما أن فیهما معنی التملیک وهو تملیک المطالبة منه فیقوم بهما جمیعا والموجود شطره فلا یتوقف علی ما وراء المجلس إلا أن یقبل عن الطالب فضولی فإنه یصح ویتوقف علی إجازته

وللکفیل أن یخرج نفسه عنها قبل إجازته کذا فی شرح المجمع والحقائق. (البحر الرائق٦/٣٨٨،ط:رشیدیه)

وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ : قوله:(ورکنها إیجاب وقبول) فلا تتم بالکفیل وحده ما لم یقبل المکفول له أو أجنبی عنه فی المجلس. رملی. قوله:(ولم یجعل الثانی) أی أبو یوسف وقوله:(الثانی) أی القبول وهو بالنصب علی أنه مفعول یجعل وقوله:(رکنا) مفعوله الآخر: أی فجعلها تتم بالایجاب وحده فی المال والنفس. واختلف علی قوله: فقیل تتوقف علی إجازة الطالب فلو مات قبلها لا یؤاخذ الکفیل وقیل تنفذ وللطالب الرد کما فی البحر وهو الاصح کما فی المحیط: أی الاصح من قولیه. نهر. وفی الدرر والبزازیة: وبقول الثانی یفتی. وفی أنفع الوسائل وغیره: الفتوی علی قولهما وسیأتی تمامه عند قوله: ولا تصح بلا قبول الطالب فی مجلس العقد.

(الشامیة ٧/ ٥٩١،ط:رشیدیة)

وقال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ : (و)لا تصح الکفالة بنوعیها (بلا قبول الطالب) أو نائبه ولو فضولیا (فی مجلس العقد) وجوزها الثانی بلا قبول وبه یفتی درر وبزازیة وأقره فی البحر وبه قالت الأئمة الثلاثة لکن نقل المصنف عن الطرسوسی أن الفتوی علی قولهما واختاره الشیخ قاسم.

(الشامیة ٧/ ٦٣١،٦٣٢،ط:رشیدیة)